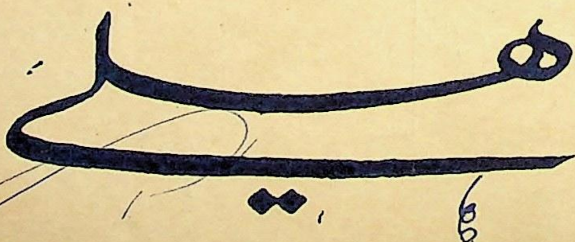
JUNE 1978 'OM' DELHI

اوم

Price

Rs. 3-00



Shri Diwali
Dalhasanyar,
2nd Bridge,
Srinagar
Kashmir



روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ماہنامہ اوم دہلی

بازار اجمیری گیٹ

بابت ماہ جون ۱۹۷۸ء

قیمت فی پرچہ .. -/3 روپے
سالانہ چندہ - -/30 روپے
وی۔ پی منگوانے پر -/4 روپے زائد

اسی چندہ میں
سالنامہ "سادھنا انک" (قیمت 1/4 روپے)
بابت جنوری ۱۹۷۹ء بھی دیا جائیگا

غیر ممالک سے سالانہ چندہ:-
بذریعہ بحری ڈاک -/100 روپے
بذریعہ ہوائی ڈاک -/200 روپے

چیف ایڈیٹر:- گورکھ ناتھ نندہ

ایڈیٹر:- برہمانند نندہ

فہرست مضامین

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس، گلی سوداگراں بلیماراں دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ "اوم" مکان نمبر ۴۰۶۲ بازار اجمیری گیٹ دہلی ۶ سے شائع کیا۔

جب چشم کھلی دل کی تو پہچان میں آیا

(امیر الشعراء دیوان پنڈی داس)

کیا حسن ازل صورت انسان میں آیا
اک خواب کا نقشہ ہے جو حیوان میں آیا

رگ رگ میں وہی جسم میں اور جان میں آیا
خود درد میں آیا کبھی درمان میں آیا

ہر تار میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا
جب چشم کھلی دل کی تو پہچان میں آیا

دنیا کے ہر اک ساز میں سامان میں آیا
عقبےٰ میں وہی جوہر ایمان میں آیا

اک عالم ہو، عالم ویران میں آیا
نیرنگ سخن بن کے سخن دان میں آیا

"ہر تار میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا"
"جب چشم کھلی دل کی تو پہچان میں آیا"

غربت میں غریبوں کے نگہبان میں آیا
با جاہ و حشم شوکت سلطان میں آیا

کس رنگ میں کس ڈھنگ میں کس شان میں آیا
حیراں ہوں کہ کیونکر دل نادان میں آیا

ہر تار میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا
جب چشم کھلی دل کی تو پہچان میں آیا

شنکا سمادھان

ہندو

پرشن:- ہندو لفظ کہاں سے آیا ہے؟

——— :بیجناتھ رینہ۔ پیر باغ۔ سرینگر مورخہ ۲۳ ۱/۷۸

اُتر:- ہندو شبد کو ہی اندو۔ انڈیا اور انڈین لکھا جاتا ہے۔ وید منتروں میں بھی ہندو شبد اس طرح ملتا ہے:-

(1) नेता सिन्धुनांग — ऋग्वेद - ७-५-२
(2) सिन्धु पति, क्षात्रिया: — " ७-६४-३
(3) हिङ् कृणवती - दहामशिव भ्यम् — अथर्व० ६-१०-५
(4) सिन्धोर्गर्भोसि विद्युतां पुष्पम् — अथर्व० १६-४४-५
(5) अस्येदत्वेषसा रन्त सिन्धव: ॥ — " २०-३५-११
(6) सिन्धौ अधिक्षियत। — ऋग्वेद १-१२६-१

ارتھ:- (۱) سندھوؤں کا نیتا (2) سندھو پتی کھشتری (3) ہنکار کرتی گائے کو دوہنے والا۔ (4) ہے جن تو۔ سندھو کا گربھ ہے۔ اس لئے تیجسوی جنوں کا پوشک ہے۔ (5) اس کے (ایشور کے) ہی ور دان سے سندھو لوگ ویجئی ہوتے ہیں۔ (6) سندھو دیش میں نواس کرو۔

تنتر اور پورانوں میں ہندو شبد:-

(1) हिन्दु धर्म प्रलोप्तारो जायन्ते चक्र वर्तिन: ।
हीनञ्च दूषयत्येव स हिन्दु रुच्यते प्रिये ॥
(मेरु तन्त्र प्रकाश 22)

(2) अवनी यवनै: क्रान्ता हिन्दवो विन्ध्यमाविशन।
(कालिका पुराण)

(3) हिमालयं समारभ्य यावदिन्दु सरोवरम् ।
तंदेवनिर्मितं देशं हिन्दुस्थानं प्रचक्षते ॥
(बृहस्पत्य शास्त्र)

(4) सप्त सिन्धुस्तथैव च ।
हफ्त हिन्दु यविनी च ॥ (भविष्य पुराण ५-३६)

(5) हिनस्ति तपसा पापान् दैहिकान् दुष्टमानसान् ।
हेतिभिः शत्रु वर्गांश्च स हिन्दुरभिधीयते ॥

(परिजात हरण नाटक)

ارتھ :- (۱) کلجگ میں ہندو دھرم کا لوپ کرنے والے چکروَرتی ہو جاویں گے۔ شو کہتے ہیں۔ ہے پاربتی! ہین کو دُوشت کرنے والا ہندو کہا جاتا ہے۔

(2) پرتھوی۔ یون ملیچھ وغیرہ لوگوں سے بھر جائے گی۔ ہندو اپنی سنسکرتی کو بچانے کیلئے وِندھیاچل میں چلے جائیں گے۔

(3) ہمالیہ پربت سے لے کر انڈو سرو ور (کنیا کماری) دکھشنی سمندر تک کے دیش کا نام ہندوستھان کہا جاتا ہے۔

(4) ہست سندھو شبد کو یونان وغیرہ دیشوں میں ہفت سندھو بولا جاتا ہے۔

(5) جو اپنے شریرک اور مانسک پاپوں کا تپ دوارہ وناش کرے اور شستر استر سے شتروؤں کا سروناش کرے، وہ ہندو کہا جاتا ہے۔

پراچین کوشوں (DICTIONARY) میں ہندو شبد کے ارتھ اس پرکار ملتے ہیں :-

(۱) دُشٹ کو دنڈ دینے والا۔ اناریہ نیتی کا کھنڈن کرنے والا۔ سد دھرم پالک وِدوان اور ویدک دھرم پرائن۔ ہندو کہا جاتا ہے۔ (رام کوش)

(2) دھرم بھرشٹ اور پتت لوگوں کا سدھار کرنے والا۔ ہندو کہلاتا ہے۔ (شبد کلپدرم)

(3) دُشٹوں کا دمن کرنے والا ویکتی ہندو کہا جاتا ہے۔ (ادبھت کوش)

وِیر ساورکر نے ہندو شبد کا ارتھ اس طرح کیا ہے :-

आसिन्धो सिन्धु पर्यन्ता यस्य भारत भूमिका ।
पितृ भूः पुण्यभूश्चैव स वै हिन्दुरिति स्मृतिः ॥

ارتھ :- پورب اور پچھم کے سمندر تک بھارت بھومی۔ جس ویکتی کی پتری اور پنیہ بھومی ہو، وہ ہندو کہا جاتا ہے۔

شری پربھاکر شریدھر جی نے اپنی ماسک پتر کا "سنسکرت رتناکر" جے پور میں ہندو کے ارتھ اس پرکار کئے ہیں :-

हिंस्या दूयते यश्च सदा चरण तत्परः ।
वेद गो-प्रतिमा सेवी स हिन्दु मुखवर्ण भाक ॥

(वृद्ध स्मृति)

جو ہنسا سے دور رہے، اور شریشٹھ آچار میں لگا رہے۔ سجن پرشوں کی بھلی پرکار چرن سیوا کرے۔
وید، گئو اور مورتی پوجا کرے، اور ورن آشرم کے دھرموں کا پالن کرے۔ وہی ہندو کہلاتا ہے۔
شری یت پنڈت مادھو آچاریہ جی شاستری ویاکرن آچاریہ دھرم دھام کملا نگر دلی اپنی پستک "کیوں؟"
میں اس پرکار ویاکھیا کرتے ہیں:۔

ॐकार मूल मन्त्राढ्य: पुनर्जन्मदृढ़ाशय: ।
गोभक्तो भारत गुरूर्हिन्दु हीनत्व दूषक: ॥

ارتھ:۔ اونکار جس کا مول منتر ہو، پنر جنم میں وشواس رکھتا ہو، گائے کو پوجیہ مانتا ہو۔ بھارت جس کا گورو گھر ہو، دھرم بھرشٹوں کو راہِ راست پر لانے والا ہو۔ وہ ویکتی "ہندو" کہا جانے یوگیہ ہے۔
ہندو شبد کا ارتھ سنسکرت کوشوں میں جو ملتا ہے، وہ یہی ہے، جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اہنسا نہ کرنے والا۔ دشٹوں کو دنڈ دینے والا، ورن آشرم دھرم کا پالن کرنے والا۔ بھارت ورش کو اپنا دیش ماننے والا۔
لوگ کہتے ہیں کہ عربی اور فارسی میں ہندو کے ارتھ "کافر، چور، غلام" دیئے گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ ہر ایک دیش کی علیحدہ بھاشا ہے۔ سنسکرت زبان میں جسم یعنی دیہہ کو شریر کہا جاتا ہے لیکن اردو میں شریر کا ارتھ شرارت کرنے والا یعنی جھگڑا کرنے والا ہوتا ہے۔ آریہ شبد کے ارتھ سنسکرت میں شریشٹھ مہا پرش کے لیئے جاتے ہیں۔ لیکن فارسی میں گھوڑے کی پچھاڑی کا کھونٹا لکھا ہے۔ اور رام شبد کا ارتھ نوکر لکھا ہے۔ دیو شبد کا ارتھ راکھشس لکھا ہے۔ فارسی میں دست شبد کا ارتھ ہے، ہاتھ۔ لیکن ہندوستانی میں اس کا ارتھ پاخانہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے ہندو شبد کا ارتھ تو سنسکرت کوش سے ہی لیا جانا چاہیئے، نہ کہ فارسی زبان سے۔
یہ خیال، کہ غیر دیشوں کے لوگوں نے بھارتیہ لوگوں کو ہندو کہہ کر اپمانت کیا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ پارسی مذہب کے ایک دھارمک گرنتھ "شاستر" میں لکھا ہے کہ ایران کے گشتاشپ نامک بادشاہ نے اپنے گورو زرتشت کے ساتھ شاستر ارتھ کرنے کے لیئے بھارت سے ویاس نامک ایک براہمن کو بلایا۔ وہ بڑا دانا اور عقلمند تھا۔ ؎

اکنوں برہمنے ویاس نام از ہند آمد ؎ دانا کہ عقل چناں نیست

ارتھ:۔ ایک بار ویاس نام کا ایک براہمن ہندوستان سے آیا، وہ بڑا دانا اور عقلمند تھا۔ جس کی کوئی برابری نہ کر سکتا تھا۔

؎ چوں بیاس ہندی بلخ آمد ؎ گشتاسپ زرتشت را بخواند

ارتھ:۔ جب ویاس ہندو۔ بلخ نامک راجدھانی میں پہنچا۔ تو ایران کے اس وقت کے راجہ گشتاسپ

نے اپنے پردھان پنڈت زرتشت کو بتلایا۔ ویاس جی نے ابھیمان پوروک کہا۔ ؎

من مردے ام ہندی نژاد

ارتھ :۔ میں ہند دیش میں اتپن ہونے والا ایک ہندو ہوں۔ اس طرح بیاس جی نے شاستر ارتھ میں زرتشت کو ہرا کر ——— "بہ ہند باز گشت" ——— ارتھات ہندوستان کو لوٹ گئے۔

؎ چار ہندو در اِکے مسجد شدند
بہر تا اُس ایک او مسجد شدند

ارتھ :۔ چار ہندو یعنی ہندوستانی مسلمان ایک مسجد میں گئے اور عنایت کے لئے سجدہ کرنے لگے۔ گویا کسی بھی غیر ملکی کتاب میں ہندو شبد کو نفرت سے نہیں لیا گیا۔

چینی یاتری ہیون سانگ نے اپنی بھارت یاترا برتانت پستک کی بھومکا میں سنسکرت شبد اِندو इन्दु (جس کو چینی میں इ-तु لکھا جاتا ہے) چاند کے سمان سندر ہونے کے کارن بھارت کا نام اِندوستان یا ہندوستھان سویکار کیا ہے۔ محمود غزنوی کے ساتھ جنیوا کا امیر البرونی بھی آیا تھا۔ اُس نے عربی میں اپنی یاترا کا برتانت لکھا ہے۔ جس میں ہندوؤں کی بہت پرشنسا کی ہے اور ہر فقرہ میں ہندو شبد کو مانتا دی ہے۔

مہاراجہ پرتھوی راج کے چند بردائی بھاٹ اپنی کوتا میں لکھتے ہیں :۔

राखि पांच दिन शाहि अदब आदर बहु किन्नी ।
सजह हुसेन गाजी सपूत हत्थै ग्रहि दिन्वी ।
किय सलाम तिन बार जाहु अपने सुथानह ।
मति हिन्दू पर साज सज्जि आवो स्व स्थानह ॥

ارتھ :۔ پرتھوی راج نے شہاب الدین کو پانچ دن تک شاہی قیدی بنا کر بہت آدر ستکار کے ساتھ قید میں رکھا۔ پھر شجاع حسین غازی (جو پرتھوی راج کا ایک مسلمان سپاہی تھا) کے بیٹے کی معرفت سندیش دیا کہ شہاب الدین ہمارے دربار میں حاضر ہو کر تین بار سلام کرے، اور اپنے دیش کو واپس لوٹ جاوے۔ اور پھر کبھی فوج تیار کر کے کسی ہندو پر چڑھائی کرنے کا ساہس نہ کرے۔ اس سے آگے کے پرکرنوں میں ہمیں ستھان ستھان پر "ہندو" شبد کا پریوگ ملتا ہے۔

پرتھوی راج تیرھویں حملہ میں دھوکے سے چند بردائی کے ساتھ پکڑا گیا، اور شہاب الدین نے غزنی میں لے جا کر اُس کی آنکھیں نکلوا دیں اور قید میں رکھا۔ ایک مدت کے بعد شبد بیدھی بان کی پریکشا میں چند بردائی کے کہنے پر اُس نے شہاب الدین کو ہی اپنے بان کا نشانہ بنا کر ختم کر دیا۔ تب چند بردائی نے اُچھل کر کہا۔

धन हिन्दू पृथिराज जिने रजबद्द (अभिमान) उजारिय ।
धन हिन्दु पृथिराज बोल कालसभ्भ उजारिय ॥
धन हिन्दु पृथिराज जेन सुविहान है संध्यो ।
बारह बार ग्रहि मकिक अन्त समय सर बंध्यो ॥ १ ॥
नयन बिना नर घात कहो तासी किहि किद्दि ।
हिन्दू तुरक अनेक हुवे पै सिद्धि न सिद्धि ॥ २ ॥

(पृथ्वीराज रासो)

کوی چند بردائی نے سمراٹ پرتھوی راج کو پد پد پر ہندو سمراٹ کہا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہندو نام عزت سے لیا جاتا رہا ہے۔ نہ کہ بے عزتی سے۔ مہارانا پرتاپ کو ہندو پت کہا جاتا ہے۔ چھتر پتی مہاراج شواجی نے بھی اپنے آپ کو ہندو کہنے میں فخر سمجھا۔ ویر چھتر سال بندھیلا جب شواجی کو ملا۔ تو انہوں نے فرمایا:۔

हिन्दू पत महाराज! तुम हो क्षत्रिय सिरताज ।
जीतो अपनी भूमि को, करो देश को राज ॥

پنتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ جب کشمیر کے پنڈت اپنی فریاد لے کر گورو تیغ بہادر جی کے پاس آئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

तुम सुनो दिजेसु ढिग तुर्केसु अवस जादू इमि गावो ।
इक वीर हमारा हिन्दू भारा भाई चारा लख पावो ॥
है तेगबहादुर जगत उजागर ताको तुम यदि तुर्क करो ।
तिस पाके तबहि हम फिर सब ही बनिहैं तुर्क न देर मरो ॥

(पंथ प्रकाश)

جب گورو تیغ بہادر سے بادشاہ نے مسلمان بن جانے کو کہا۔ تو گورو جی نے اتر دیا:۔

उत्तर मान्यो धर्म हम हिन्दू ।
अति प्रिय को किमी करें निकंदू ॥

(सूर्य प्रकाश)

گورو گوبند سنگھ جی اپنی بانی میں فرماتے ہیں:۔

سکل جگت میں خالصہ پنتھ گاجے
جگے دھرم ہندو سبھی بھنڈ بھاجے

دیر ساور کرنے اپنی پستک "ہندوتو" میں لکھا ہے۔ کہ:- "ہمارے پوروجوں نے ہندو نام تو آدی کال سے ہی اپنا لیا تھا۔ سنسار کے غیر ممالک کبھی ہمارے دیش کو سپت سندھو" یا "ہفت ہندو" اور ہمیں سندھو یا ہندو نام سے جانتے تھے۔ مثول نام ہندو ہی ہے۔ سنسکرت میں "س" کو "ہ" ہو جانے کے کارن آریہ لوگ اسے سندھو کہنے لگے۔ —————— (کتاب ہندوتو صفحہ ۹ تا ۱۱)

مغل بادشاہ شاہجہان نے ودوان براہمن برج بھوشن کستوری لال سے ہندو شبد کی اصلیت پوچھی تو جواب ملا ——کہ—— ہنسا سے دور رہنے والا ہندو کہا جاتا ہے۔

ہم ہندو ہیں۔ ہماری بھاشا ہندی ہے اور ہمارا دیش ہندوستان ہے۔ راشٹریہ سنگٹھن کے یہ تینوں سوتر ہر راشٹر بھگت کو ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں۔

چھو نر ستر ایک زبان

ہندی۔ ہندو۔ ہندوستان

گوبند اُتسو

ہر دھرم پریمی کو یہ جان کر ہرش ہوگا کہ برہم لین شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی تیرتھ شِشیہ شری ۱۰۸ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے کی پنیہ سمرتی میں اس ورش یہاں گوبند بھون وشنام سنیاس آشرم ہردوار میں ۵-۶-۷ جولائی ۱۹۷۸ء بروز بدھ، وِیر، شکروار کو ایک وشیش اُتسو منایا جا رہا ہے۔ جس میں ۱۰۸ سوامی وِدیانند جی مہاراج مہامنڈلیشور کیلاش آشرم رشی کیش۔ شریمد بھگوت گیتا کے چودھویں ادھیائے پر وشیش روپ سے پرکاش ڈالیں گے۔ اُن کے علاوہ کئی دوسرے ودوانوں اور مہاپرشوں کے پدھارنے کی بھی آشا ہے۔ اچھے اچھے ودوانوں اور مہاپرشوں کے پروچن ہوں گے۔ جگیاسو جن اس موقعہ سے وشیش لابھ اُٹھاویں۔ —————— دو سال پہلے یہ سلسلہ بھگوان بھون رشی کیش میں اپریل مہینہ میں کئی سال چلتا رہا۔ اب پھر یہاں از سرِ نو جاری کیا جا رہا ہے۔

رسالہ اوم کے دوارہ سب سنگت کو اطلاع دی جا رہی ہے۔ اوشیہ اس موقعہ سے لابھ اُٹھاویں۔

نویدک:- سوامی شاشوت آنند تیرتھ شِشیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج
وشنام سنیاس آشرم، سپت سرودر روڈ، بھوپت والا
ہردوار ضلع سہارنپور (یو پی)

آپ کی شنکا

گھر پر مہابھارت کے پاٹھ سے لڑائی جھگڑا کیوں ؟

بہت سے اِستری پُرشوں نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ جو شخص مہابھارت گھر میں رکھتا ہے۔ اور پاٹھ کرتا ہے، اُس کے گھر پر لڑائی جھگڑا رہتا ہے اور حالات خراب ہو جاتے ہیں۔ مَیں نے گیتا پریس گورکھپور سے ہندی کا مہابھارت منگوایا تھا۔ صِرف ایک بار ہی اِس کا پاٹھ کیا۔ پھر اُس کو ہنومان جی کے مندر میں رکھ آیا۔ جو وہاں بے کار پڑی ہے۔ آپ میری اِس شنکا کا نوارن کریں۔ دھنیہ واد

سی۔ آر۔ سبھروال خریدار "اوم" نمبر ۱۷۵

لدھیانہ (پنجاب) مورخہ ۲۰/۱/۷۸

اُتّر:- جیسے آپ کو وہم پیدا ہو گیا ہے۔ ایسے ہی پنجاب کے تقریباً ہر ہندو کے دِل میں یہ وہم ہے۔ کہ جس گھر میں مہابھارت پڑھی جاوے گی، وہاں لڑائی جھگڑا بنا رہے گا۔ لیکن ہندوستان میں اور بھی بہت سے پردیش ہیں۔ جہاں اِس قسم کا وہم قطعاً نہیں ہے۔ خصوصاً یوپی، مدھیہ پردیش، سوراشٹر وغیرہ علاقہ جات ہیں۔ جہاں وِدوان براہمن ابھی موجود ہیں۔ وہاں کسی کو بھی اس طرح کا وہم نہیں ہے۔ ہم نے تو کئی دھارمک گرنتھ پڑھے ہیں۔ کسی میں بھی ایسی بات کا ذکر نہیں ملا، اور نہ ہی کبھی وِدوان براہمن یا سنیاسی سے ہی اِس بات کو سُنا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے، کہ پنجاب کے لوگوں میں یہ بات کسی خاص موقعہ پر کبھی شترو نے پھیلائی ہے۔ پنجابی میں مثل مشہور ہے۔ سہ "دُشمن بات کرے اَنّ ہونی" یعنی دُشمن ایسی بات کرتا ہے۔ جو کہ جھوٹ اور لغو ہو، اور جس کا کوئی سر پیر نہ ہو۔ اِس میں شک نہیں، کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں کی نسبت پنجاب میں سناتن دھرم مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ غیر ممالک سے بار بار حملوں کے سبب پنجاب کے لوگ کئی بار تباہ و برباد ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے پر مجبور ہوتے رہے ہیں۔ اور باقاعدگی کے ساتھ اپنے دھرم گرنتھوں کو پڑھنے میں اسمرتھ رہے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے راجہ بن جانے پر سب سے پہلے کاشی سے وِدوان پنڈتوں کو گوجرانوالہ میں بُلایا۔ اُن کی عزّت افزائی کی۔ اُن کو دھن دولت سے مالا مال کر دیا، اُن کی ماہوار پنشن لگا دی، اُن سے ہوَن اور یگیہ کرائے گئے۔ مندر تعمیر کرا کر اُن میں شاستر وِدھی انوسار، دیوتاؤں کی مورتیوں کی پران پرتشٹھا کرائی گئی۔ مندروں میں روزانہ صبح، دوپہر اور شام کو پوران گرنتھوں کی کتھائیں شروع ہو گئیں، اور سناتن ویدک دھرم کا پرچار شروع ہو گیا۔ اور دھرم

کے متعلق لوگوں میں شردھا پیدا ہو گئی۔ اسی طرح جموں کشمیر کے راجاؤں، مہاراجاؤں خصوصاً مہاراجہ پرتاپ سنگھ جی نے سناتن ویدک دھرم کا پرچار کیا۔ اور بڑے بڑے عالیشان مندر تعمیر کرائے جن میں سنسکرت پاٹھشالائیں قائم کیں۔ اس طرح دو ہزار سال سے غیر ممالک کے حملوں سے جو سناتن دھرم لوپ ہو گیا تھا۔ اُسے از سرِ نو سرجیوت کیا گیا۔ سناتن ودّیا کے نہ رہنے سے لوگوں کے اندر کئی قسم کے وہم پیدا ہو گئے تھے۔ مثلاً مورتی پوجا، اوتار واد اور پورانک گرنتھوں سے نفرت، یگیہ ہون، سندھیا، پوجا پاٹھ کا نہ کرنا، براہمنوں کی عزت افزائی نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مہابھارت دنیا کی سب سے بڑی پستک ہے۔ یہ سنسکرت کے ایک لاکھ شلوکوں کا مجموعہ ہے۔ یہ نیتی اور دھرم کا ادبھت گرنتھ ہے۔ جس کو مہرشی وید ویاس جی نے پانچ سال کی شب و روز محنت سے تیار کیا تھا۔

گرنتھ شروع کرنے سے پیشتر انہوں نے ردھی سدھی اور ودّیا کے داتا۔ شری گنیش جی کا آواہن کیا۔ وہ پرکٹ ہوئے، اور انہوں نے گرنتھ لکھنا شروع کیا۔ مہابھارت کو پانچواں وید کہا گیا ہے۔ دنیا کا ہر علم اس میں موجود ہے۔ اس میں ایک شلوک آتا ہے۔ سو

यद्धि हास्ति तदन्यत्र
यन्नेहास्ति न तत् क्वचित् ॥

ارتھ :- جو اس مہا گرنتھ میں ہے۔ وہی انیک روپوں میں سب جگہ ہے۔ جو اس میں نہیں ہے۔ وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ واقعی یہ بات ست معلوم ہوتی ہے۔ اس گرنتھ میں سب وید اور شاستروں کا گیان بھر دیا گیا ہے۔

شریمد بھگوت گیتا جو کہ تمام سنسار میں پرسدّھ ہے۔ وہ بھی اسی مہابھارت کے بھیشم پرب کا ایک حصّہ ہے۔ مہاراج نل، دمینتی، دشینت، شکنتلا، ستیہ وان ساوتری اور راجہ شیوی وغیرہ بے شمار کتھاؤں کے علاوہ کوروؤں، پانڈوؤں کے یدھ کا مفصل حال اس میں موجود ہے۔ اپنے دھرم کی واقفیت کے لئے ہر ہندو کو یہ گرنتھ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ مہاراجہ جنمیجہ جو ارجن کا پوتا اور ویر ابھیمنو کا لڑکا تھا۔ کو کسی پاپ کرم کے سبب (کسی رشی کے شاپ سے) کوڑھ جیسی بھیانک مرض نمودار ہو گئی تھی۔ اور اس مہابھارت گرنتھ کا ودھی پوروک پاٹھ سننے سے وہ مرض دور ہوا۔ گویا اس مہا گرنتھ کا سوادھیائے کرنے سے چاروں پدارتھ ملتے ہیں۔ دھرم، ارتھ، کام اور موکھش۔ یہ وہم کرنا کہ اس کے پڑھنے سے لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ سراسر غلط ہے۔ بہر حال اس کے حصّہ اوّل میں اگر یدھ کا ذکر زیادہ ہے۔ تو اس کے آخری حصّہ شانتی پرب میں تو لازوال شانتی کے اپائے بھی موجود ہیں۔ شانتی پرب کے پڑھنے سے ہر پرکار کی شانتی ملتی ہے۔

●○●

ایشور بلاشک ستیہ ہے

مرسلہ - پنڈت نریندر ناتھ شرما نربندر - ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس

ایک مرتبہ شری سُرلیشور آچاریہ (جن کا گرہست کا نام منڈن مشر تھا اور جو شری آدی شنکر آچاریہ کے شِشیہ تھے) کے ساتھ موکش دھام کاشی پُوری میں ایک چارواک (ناستک) وِدوان کا ایشور کی ہستی پر شاستر ارتھ ہُوا تھا - مدھیستھ بننے کے لئے کوئی وِدوان تیار نہ ہُوا - تب سُرلیشور آچاریہ جو پرم آستک تھے، نے بھگوان وِشنُو کی پرتیما سالگرام جی کو مدھیستھ ماننے کی تجویز رکھی - چارواک آچاریہ نے اِس کو منظور کرلیا۔ جہاں سُرلیشور آچاریہ تو مُورتی میں پرتیکش وشواس اور شردھا رکھتے تھے - وہاں ناستک آچاریہ نے یہ سوچ کر کہ پتھر کی مُورتی کیا فیصلہ دے گی - یہ کچھ بولے گی، نہ چالے گی - آپ ہی ایشور کا کھنڈن ہو جائے گا۔ اِس لئے مدھیستھ ماننے میں ہمارا کوئی ہرج نہیں ہے - مان لیا - شری سالگرام کی مُورتی کو چاندی کی کٹوری میں مدھیستھ کے آسن پر براجمان کر دیا گیا - پھُول چندن آدی اَرپن کر کے شاستر ارتھ شرُوع ہُوا - اٹھارہ (۱۸) دن تک شاستر ارتھ جاری رہا - کاشی کے وِدوان اور جنتا دیکھتی سنتی رہی - جب ناستک آچاریہ اپنی دلائل سے ایشور کا کھنڈن کرتے، تو سالگرام جی گل کر پانی ہو جاتے - اور جب سُرلیشور آچاریہ اپنی دلائل سے ایشور کا منڈن کرتے، تو وہ سالگرام جی کے رُوپ میں بدل جاتی - وِدوان اور جنتا حیرت سے انگشت بدنداں تھے - قسم قسم کی رائے زنی ہونے لگی - آستک تو اِس کو بھگوان سالگرام جی کی وچتر لیلا سمجھتے تھے - کہ فیصلہ صاف ہے کہ ایشور ہے - ورنہ منڈن کے وقت اصل رُوپ میں رہنا اور کھنڈن کے وقت پانی بن جانے کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے - ناستک آچاریہ کہتے تھے - اور مدھیستھ نے کسی پکشی کو ہرایا نہیں ہے - ویسے اپنے دِل میں تو اِس حیران کُن گھٹنا سے جڑ چیتن میں ایسی کسی شکتی کو تو مانتے تھے - تاہم فیصلہ صاف نہیں ہے - سمجھ میں نہیں آتا - ایسا کہتے تھے - اٹھارویں (۱۸) دِن کی رات کو اچانک ناستک آچاریہ سُرلیشور آچاریہ کے پاس آ گئے - انہوں نے آدر ستکار کیا - ناستک آچاریہ نے کہا - کہ ۱۸ دِن شاستر ارتھ ہو چکا - اب میں وِداع مانگنے آیا ہُوں - شاستر ارتھ بند ہو گیا - سُرلیشور آچاریہ نے کہا - کہ اِتنے دِن میں بحث مباحثہ سے چھُٹی پائی ہے - دو چار دِن اور کاشی میں ٹھہریئے - لیکن ناستک آچاریہ نے کہا کہ اب تو ایک دِن بھی ٹھہرنا کٹھن ہے -

اِتنے ہی میں ایک بُوڑھا براہمن دروازے پر آیا - دروازہ کھُلا تھا - اور وہ اندر آ گیا - یہ اُوم نو

نارد اتنا کہہ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایسا تیجسوی تھا کہ دونوں آچاریہ اُس سے پربھاوت ہُوئے۔ وہ زمین پر بیٹھا تھا۔ اُس کے تیج کے سامنے آچاریوں کو گدی پر بیٹھنے میں سنکوچ ہونے لگا۔ اور اُنہوں نے اُس کو مناسب آسن دیا۔ اور پُوچھا کہیئے کیسے پدھارے۔ اِس پر اُس بردّھ براہمن نے سام وید अहो भद्रा کی شُرتی کو ایسے سُر سے گایا، کہ آچاریہ اور موجُود لوگ حیران ہوگئے۔ وہ براہمن اوجسوی بھاشا دِھیرے دِھیرے کہنے لگا، کہ وید اور شاستروں رُوپی پربت کی اٹھارہ دِن کی کھدائی لگاتار محنت سے کرنے پر جو قیمتی رتن حاصل ہُوئے ہیں۔ اُن کو دیکھنے کی تمنّا لے کر آیا ہُوں۔ اِس پر ہنسکر آچاریہ نے کہا۔ آپ تو رتن دیکھنے چلے ہیں۔ یہاں تو کھُدائی سے ایک تنکا بھی دیکھنے کو نہیں مِلا۔ مدھیستھ کے فیصلے کو سمجھنے کی ہم میں اہلیت نہیں ہے۔ اٹکل سے ٹٹول رہے ہیں، پر کسی حقیقت پر نہیں پہنچے۔ جو گھٹنا ہُوئی، وہ تو مشہور ہی ہے۔ آپ ہی اس کا کچھ مطلب بتلایئے۔

جوش میں آکر بردھ براہمن نے کہا۔ کہ اچھا سُنئے :-" وید کو ماننے والوں میں ہری اور ہردو پر تیک مانے گئے ہیں۔ ہری (وشنُو) کا رُتبہ صاف ہے۔ (گو تمہاری سمجھ میں نہیں آیا) ہر (شِو) سے پُورے طور پر صاف کرا دیتے۔ چلئے وِشوناتھ جی کے مندر میں وہاں چڑھے ہُوئے بیل پتروں میں سے ایک اُٹھا کر سُونگھیئے اور سر پر چڑھایئے۔ پھر دیکھو، کیا ہوتا ہے۔ دونوں آچاریہ اُس براہمن کے ساتھ مندر میں گئے۔ بردھ براہمن نے وِدھی سے شِو پُوجن کیا۔ اور ایک بیل پتر اُٹھا کر سُونگھنے کے لئے ناستک آچاریہ کو دیا۔ اُس کو سُونگھتے ہی اُس کی آنکھیں بند ہوگئیں، اور اُس کو نیند آگئی، اور سوکشم سرشٹی میں وِچرن کرنے لگا۔ اُس نے خود کو ایک عجیب بَن میں مشکلوں میں پھنسا ہُوا پایا۔ گرمی میں تپتی زمین پر چلتے چلتے پیاس اور بھوک ستانے لگی۔ اُنہیں جنگلی جھاڑیوں سے بمشکل پار کرتے ہُوئے کہیں پانی کا نشان نہ مِلا۔ زبان اور گلا خشک ہو رہے تھے۔ آگے چلنے پر ایک تالاب دِکھائی دیا۔ لیکن وہاں پہنچتے ہُوئے دیکھا کہ ایک شیر پانی پی رہا ہے، اور ایک سانپ راستہ روکے ہُوئے ہے۔ اُوپر گیدھ اور چیل منڈلا رہے ہیں۔ کسی بھی طرح جان کی رکھشا ممکن نہ تھی۔ اب اتی سوبھاوِک برتی سے جو ہردیہ کی گہرائیوں میں چھپی رہتی ہے اور ایسے ہی موقعہ پر ظاہر ہوتی ہے۔ اُنہوں نے چلّا کر کہا۔" ہے پرماتمن، ہے جگدیشور، مجھے بچاؤ۔ اِس چلّاہٹ کو سُن کر سانپ ساودھان ہُوا، پھنکارنے لگا، وہ کھڑے ہوگئے۔ دھیرج تو پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ شریر کی ممتا سے مجبُور ہو کر آنکھ مُوند کر وہیں بیٹھ گئے، اور رونے لگے۔ اِتنے میں چھلانگ مارتا ہُوا شیر بھی قریب آگیا۔ اُس نے گردن پر ایک پنجہ مارا۔ بڑے زور سے اُنہوں نے چلّا کر کہا۔" مار ا رے۔ مارا، مرا رے، رام رام"۔ اَنت میں بھگوان کا نام لیتے ہی وہ نیند ٹُوٹ گئی۔ اور جاگتے ہی کشٹ سے مُکت ہو گئے۔ بھینکر نظارہ ختم ہوگیا۔ اب آنکھوں میں آنسُو تھے۔ گلا رُکا ہُوا تھا۔ چھاتی دھڑک رہی تھی، خوف سے وِیاکل تھے۔

برہمچاری جی نے اُنہیں دیکھ کر مُسکرا رہے تھے۔ تب آچاریہ (سُرلیشور آچاریہ) نے اُن سے پُوچھا۔ کیا حال ہے۔ بیل پتر نے تو اپُورو چمتکار دکھایا۔ آپ کا رونا اور چِلّانا سُنکر حیرانی ہو رہی تھی، کیا بات ہے۔ سر جُھکائے ناستک آچاریہ نے کہا۔ میرے دِل پر جو مُصیبت بیتی ہے، جو کشٹ سہنے پڑے ہیں۔ اُس کا کبھی پرستار بیان نہیں ہو سکتا۔ اور سب حال نیند کا سُنایا۔ اور کہا! جان پر جب آ بنی تو سو بھاوک ہی رام رام شبد مُنہ سے نکل پڑے، اور سنکٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ تُلسی داس جی نے سچ کہا ہے :-

"سپنے میں بڑ رائے کے جان مُکھ نکلے رام"

مجھے اِس گھٹنا سے ایشور کی ہستی اور رام نام میں پُورا وِشواس ہو گیا ہے۔ میں خوش نصیب ہُوں۔ کہ ثابت ہو گیا۔ ناستک واد صرف بُدھی کا وِکار ہے۔ جو دیہہ ابھیمان سے پیدا ہوتی ہے۔ اب آگیا دیجئے میں بدری بن میں جا کر ایکانت میں رام نام کا ابھیاس کروں گا۔ اگر مناسب سمجھیں تو پہلے کے بُرے کرموں کا کوئی پرائشچت کرا دیجئے۔

سُرلیشور آچاریہ نے اِس پر کہا کہ آپ کی زبان سے ایسے حالات سُنکر مجھے بڑی خُوشی ہو رہی ہے۔ آپ کو جو بہتال اَنوبھو ہُوا ہے۔ اُس کی سادھنا اور ہری آرادھن میں لگ جائیے۔ آپ کا پشچاتاپ ہی سب سے اچھا پرائشچت ہے۔ یہ کہہ کر سُرلیشور آچاریہ نے اُن کو ہردیہ سے لگا کر وداع کیا۔ پربھو سب کو آستک بُدھی، وِشواس و شردھا کا دھن بخشیں۔

یہ واقعہ مہاتما بالک رام جی وِناٹک کے لیکھ "کلیان" گورکھپور "ایشور انک" ۱۹۳۲ صفحہ ۱۲۱ پر چھپا تھا۔

بشکریہ "کلیان" گورکھپور :- (اوم تت ست)

رسالہ "اوم" دِلّی کے اغراض و مقاصد :- ۱۔ رسالہ "اوم" صرف اُردو میں ہی چھپتا ہے۔ ہندی یا کسی اور زبان میں نہیں چھپتا۔ (۲) رسالہ ہٰذا ہر انگریزی ماہ کی 29 یا 30 تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے۔ (۳) اگر کسی صاحب کو وقت پر پرچہ نہ ملے۔ تو اُسی ماہ کی 10 تاریخ کے بعد اور 15 تاریخ کے اندر اطلاع دے کر دوبارہ فری (مُفت) منگوا سکتے ہیں۔ (۴) پتہ تبدیلی کی اطلاع 20 تاریخ تک ضرور دے دینی چاہیئے۔ ورنہ پرچہ کے گُم ہو جانے پر ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ (۵) خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر بھیجتے وقت خریداری نمبر (جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے) کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔

(۶) منی آرڈر بنام رسالہ "اوم" اجمیری گیٹ بازار۔ دِلّی 110006 کے نام ارسال کریں۔ کسی ذاتی نام پر ہرگز نہیں۔ (۷) چیک بنام "اوم" دِلّی (THE "OM" DELHI) ہونا چاہیئے۔ دِلّی کے باہر کے چیک پر -/4 روپے بینک کمیشن زائد ارسال کریں۔

"مینجر"

شری کرشن بھگوان کی اُستتی

از قلم:- پنڈت نریندر ناتھ جی شرما- نریندر

سر بسجدہ جان و دِل سے کرشن کو میرا پرنام

منبعِ رحم و محبت خالقِ سر دُوسرا
زندگی کا اکبر و اصغر کی جو ہے آسرا
چار سُو سے جب مصائب کی گھر آتی ہے گھٹا
غیب سے کرتا ہے بندے کی وہ ہر مشکل کشا

سر بسجدہ جان و دِل سے کرشن کو میرا پرنام
دامنِ رحمت اُسی کا ہے پناہ میری مُدام

بھول جاتا ہُوں جہالت میں گو مَیں اکثر اُسے
بھولتا لیکن نہیں رحمٰن وہ پل بھر مجھے
دست گیری خُوئے رحمت سے وہ بندے کی کرے
چھوڑ جاتے ہیں اُسے منجدھار میں جب دُوسرے

سر بسجدہ ....

زندگی کی زندگی ہے، وہ میری جائے اماں
قابلِ تکیہ وہ ذاتِ پاک میری جانِ جاں
دین و دُنیا میں ہزاروں رسم و راہ ہیں گو رواں
اُس کے بندے کو مگر حاجت بھلا ان کی کہاں

سر بسجدہ ....

عابدان یکسو تصوّر - عارفاں کرتے وِچار
یادِ پیہم عاشقاں منّت گذاری بار بار
بڑھ رہے ہیں سالکاں بر راہِ حق مستانہ وار
جو اُسے راہبر بنالے کھا نہیں سکتا وہ ہار

سر بسجدہ ....

بے خطا ایمان رکھتے جس پہ مردانِ خُدا
یاد میں بے خود جہان و خُلد سے مطلب ہے کیا
بارگاہ میں ایک دِن اُس کی وہ پا جاتے ہیں جا
مخلصی پا کر حیات و موت سے حق آشنا

سر بسجدہ ....

خامشی سے حمد کرتے برگ و گُل خوشبو و رنگ
خوشنمائی دیکھ کر جن کی ہُوا عالم ہے دنگ
کون گھڑتا گنڈکی و نربدا میں گول سنگ
اُس کے سینے سے اُٹھا کرتی ہے حیرت کُن ترنگ

سر بسجدہ

جھلکیاں ہیں حُسن کی اُس کے نمایاں جابجا
دیکھتے ہر جا جنہیں اہلِ بصیرت بے خطا

دِلرُبا دونوں جہاں میں ہے کہاں اُس سا بھلا — آستاں پر اُس کی سر رکھ کر نہ سالک پھر اُٹھا

سر بسجدہ ....

اُس کے مرہُوں بے گماں حُسنِ عمل حُسنِ خیال — شوخیاں رعنائیاں اُس کی عیاں ہیں بے مثال

بس ادائے فرض کر ہرگز نہ رکھ فکرِ مآل — کر رجوع اُس سے شتاب اے دل نہ کر اب قیل و قال

سر بسجدہ ....

جزو ہوں اُس کا میری ہستی سدا مرہُون کُل — وہ شجر ابدی ہے۔ میں ہوں اُس کا اک ننھا سا گُل

رنگ و بُو سے مجھ کو یہ باطل جہاں دیتا ہے جُل — گم اگر ہو جاؤں گُل میں راز مجھ پر جائے کھُل

سر بسجدہ ....

اُس کے دم سے ہیں اُمنگیں اور میری ناکامیاں — حادثہ ہر اک سنبھلنے کا اشارہ بے گماں

حال سے ہر ایک کے ہے باخبر وہ راز داں — مونس و غم خوار ہے۔ دارُوئے غم ہائے نہاں

سر بسجدہ ....

بالیقیں ہے وہ حقیقت کچھ نہیں اُس کے سوا — دُور بھی ہے وہ نزدیک تر پاس بھی تیرا خُدا

فکرِ ہستی سے تو اے نادان ہو فوراً جُدا — کر دیا پیدا جسے ہے اُس کا ضامن کبریا

سر بسجدہ جان و دل سے کرشن کو میرا پرنام
دامنِ رحمت اُسی کا ہے پناہ میری مُدام

پرارتھنا
(تمنائیں)

شری ہرگوبند رائے سیدانی نوہی

ہاتھ جوڑے در پہ تیرے ہیں کھڑے
کہ خزاں نہ کر سکے کوئی وِکار !
کشتی میری باحفاظت پار ہو
پھر تو سب کچھ آپ ہی کرلیں گے ہم
تنگ دستی، بے بسی کو دیکھ کر
پریم کا چھیتر بنے اپنا وشال
ہم پہ ہو، دربار تیرا اَنت کھُلا
خود پرستی کا بنیں نہ ہم شکار
بھوک اپنی جب مِٹے بندہ نواز
موت بھی تیری۔ و تیری زندگی
تیری مرضی کا سدا آدر کریں

ہے دِیا ہے۔ شکتی دھن اپار دے
دِل میرے میں اِس طرح کی بہار دے
من میں طاقت ہاتھ میں تلوار دے
تن درستی اور شُدھ آچار دے
جو نہ جائے چھوڑ ایسا یار دے
سارے عالم کا تو ہم کو پیار دے
جب بھی چاہیں تو ہمیں دیدار دے
تیز بُدھی کی ہمیں تلوار دے
جب ہمیں تو صبر کا آہار دے
سب ہی تیرا۔ جیت چاہے ہار دے
چاہے ہم کو پھول چاہے خار دے

تیرے بندے اِتنے میں شاکر رہیں ؛ بِن ہی مانگے جو میری سرکار دے

आदित्य हृदय — آدیتہ ہردہ

सूर्य स्तुति — سُوریہ اُستتی

ॐ नमः सवित्रे जगदेक चक्षुषे जगत प्रसूति स्थिति नाश हेतवे ।
त्रयी मयाय त्रिगुणात्म धारणे, विरंचि नारायण शंकरात्मने ॥
यस्योदये नेह जगत्प्रबुध्यते, प्रवर्तते चाखिल कर्म सिद्धये ।
ब्रह्मेन्द्र नारायण रूद्र वंदितः । स नः सदा यच्छतु मंगलं रवि ॥

اونگ نمہ سوِترے جگدیک چکھشُوے جگت پرسُوتی ا ستھتی ناش ہیتوے۔
ترِی میائے ، ترِی گُن آتم دھارنے ، وِرنچی نارائن شنکر آتمنے۔
یَسیہ اُودے نہہ جگت پربُدھیتے۔ پرورتتے چاکھل کرم سِدھیئے۔
برہمیندر نارایَن رُودر وندیتا۔ سا ناہ سَدا یچھتُو منگلنگ رَوی۔

नमोस्तु सूर्याय सहस्र रश्मये
सहस्र शाखान्वित संभवात्मने
सहस्र योगोद्भव भाव भागिने ।
सहस्र संख्या युग धारिणे नमः ॥

نموستُو شُوریائے سہسر رشمیے
سہسر شاکھان وِت سمبھو آتمنے
سہسر یوگود بھو بھاو بھاگنے
سہسر سنکھیا یُگ دھاری نے نمہ

यन्मंडलं दीप्तिकरं विशालं
रत्न प्रभं तीव्र मनादि रूपम् ।
दारिद्र्य दुःख क्षय कारणं च,
पुनातु मां तत्सवितुर्वरेण्यम् ।।(१)

1- یَن منڈلنگ دیپتی کرنگ وِشالنگ
رتن پربھنگ تیبر منادی رُوپنگ
دارِدرِیہ دُکھ کھے کارنگ چہ
پُناتُو مانگ تت سوی تُرورینیم

यन मण्डलं देव गणैः सु पुजितं,
विप्रैः स्तुतं मानव मुक्ति को विदम् ।
तं देवदेवं प्रणमामि सूर्यं,
पुनातु मां तत्सवितु[illegible]
यन मण्डलं [illegible]

2- ین منڈلنگ دیو گنئی سو پوجیتنگ
وِپرے ستوتنگ مانو مُکتی کو وِدم
تنگ دیو دیونانگ پرنامی سُوریانگ
پُناتُو مانگ [illegible] تر وریتیم

3- ین منڈلنگ گیان [illegible]

त्रैलोक्य पूज्यं त्रिगुणात्म रूपम्,	ترئی لوکیہ پوجینگ ترگناتم رُوپم
समस्त तेजोमय दिव्य रूपम्,	سمست تیجو مئے دِوّیہ رُوپنگ
पुनातु मां ० ० ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....
यन मण्डलं गूढमति प्रबोधं	3- یَن منڈلنگ گوڑھ متی پربودھنگ
धर्मस्य वृद्धिं कुरुते जनानाम्।	دھرمسیہ وِردھیم کرُوتے جنا نام
तत्सर्व पाप क्षय कारणं च,	تت سرو پاپ کھشے کارنگ چہ
पुनातु मां ० ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....
यन मण्डलं व्याधि विनाश दक्षं	4- یَن منڈلنگ ویادھی وِناش دکھشنگ
यद् ऋग यजुः साम सु संप्रगीतम्।	یَد رِگ یجُو سام سُو سمپر گیتم
प्रकाशितं येन च भूर्भुवः स्वः,	پرکاشتنگ یین چہ بھُور بھُوا سواہ
पुनातु मां ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....
यन मण्डलं वेदविदो वदंति,	5- یَن منڈلنگ وید وِدّو ودنتی
गायंति यच्चारण सिद्धि संघाः,	گائینتی یچّ چارن سِدھی سنگھاہ
यद्योगिनो योगजुषां च संघाः	یدیوگی نو یوگ جوشانگ چہ سنگھاہ
पुनातु मां ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....
यन मण्डलं सर्व जनेषु पूजितं,	6- یَن منڈلنگ سَرو جنے شو پوجیتنگ
ज्योतिश्च कुर्यादिह मर्त्य लोके।	جیوتِشچ کُریا دہی مرتیہ لوکے
यत्काल कालादि मनादि रूपं,	یَت کال کالادی منادی رُوپنگ
पुनातु मां ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....
यन मण्डलं विष्णु चर्तुमुखाख्यं	7- یَن منڈلنگ وِشنو چترمُکھا کھینگ
यद् क्षरं पाप हरं जनानाम्।	یَد کھیرنگ پاپ ہرنگ جنا نام
यदकाल कल्पक्षय कारणं च,	یت کال کلپ کھشے کارنگ چہ
पुनातु मां ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....
यन मण्डलं विश्व सृजां प्रसिद्धम्	8- یَن منڈلنگ وِشو سرجانگ پرسدّھم
उत्पत्ति रक्षा प्रलयं प्रगल्भम्।	اُتپتی رکھشا پرلینگ پراگلبھم
यस्मिन् जगत्संहरते खिलं च,	یسمن جگت سنگھرتے کھِلنگ چہ
पुनातु ० ० ० ० ० ०	پُناتو مانگ ....

9- یَن منڈلنگ سرو جنسیہ وِشنور
آتما پرم دھام وِشُدھ تتّوم
سُوکھشم انترئی یوگ پتھانُو گمیمّ
پُناتُو . . . .

यन मण्डलं सर्वजनस्य विष्णो -
रात्मा परं धाम विशुद्ध तत्त्वम् ।
सूक्ष्मांतरै योग पथानु गम्यं ,
पुनातु ० ० ० ०

10- یَن منڈلنگ برھم وِدو وَدنتی
گاینتی یچ چارن سِدھی سنگھا
یَن منڈلنگ وید وِدا سمرنتی
پُناتُو مانگ . . . .

यन्मण्डलं ब्रह्म विदो वदंति ,
गायन्ति यच्चारण सिद्ध संघा : ।
यन्मण्डलं वेद विद: स्मरंति ,
पुनातु मां ० ० ० ०

11- یُن منڈلنگ وید وِدوپ گیتنگ
یَد یوِگی نانگ یوگ پتھانو گمیم
تت سرو دیوم پرنمامی سُورینگ
پُنا تو مانگ . . . .

यन्मण्डलं वेद विदोप गीतं ,
यद्योगिनां योग पथानु गम्यम् ।
तत सर्व देवं प्रणमामि सूर्यं ,
पुनातु मां ० ० ० ०

12- منگل اشٹک اِدنگ پُنیمّ
یا پٹھیت ستِنگ نرا
سرو پاپ وِشُدھ آتما
سُوریہ لوکے مہیہ تے

मंगलाष्टक मिदं पुण्यं
य: पठेत्सततं नर: ।
सर्व पाप विशुद्धात्मा सूर्य
सूर्य लोके महीयते ॥

گوربانی —— نارائن

گورو گرنتھ صاحب

(صفحہ ۸۶۸)

نام نرنجن نیر نارائن — رسنا سمرت پاپ بِلائین
نارائن سب ماہیں نواس — نارائن گھٹ گھٹ پرگاس
نارائن کہتے نرگ نہ جائی — نارائن سیو سگل پھل پائی
نارائن من ماہیں آدھار — نارائن بوہتھ سنسار
نارائن کہت جم بھاگ پلائین — نارائن دنت بھانے ڈائین
نارائن سد سد بخشند — نارائن کینے سُکھ آنند
نارائن پرگٹ کینو پرتاپ — نارائن سنت کا مائی باپ
نارائن سادھ سنگ نارائن — بارمبار نارائن گائین

وست اگوچر گور مل لہی
نارائن اوٹ نانک داس گہی

قسط ۲

اپروکھش انوبھوتی

مصنّفہ:- آدجگت گورو شری سوامی شنکر آچاریہ جی مہاراج
مترجم:- شری لکھمی راج جی فلاسفر۔ بی اے۔ بی ٹی

● سرب بھوت (کُل موجودات) کی پیدائش برہم پرماتما سے ہوتی ہے۔ اِس لئے کُل موجودات برہم ہی ہے۔ یہی سمجھنا چاہیئے۔

● برہم ہی سب ناموں، سب رُوپوں اور سب کرموں کو دھارن کر رہا ہے۔ شرتی کہتی ہے کہ برہم ہی سب ناموں، سب رُوپوں اور سب کرموں کا دھارن کرتا ہے۔

● جو کچھ سونے سے تیار ہوتا ہے، سونا ہی رہتا ہے اسی طرح جو کچھ برہم سے پیدا ہُوا ہے۔ برہم ہی ہے۔

● شرتی نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ جو مُوڑھ پُرش جیو اور پرماتما میں ذرا سا بھی فرق مان کر تسلّی پاتا ہے۔ اُسے ڈر لگتا ہے۔

● جہاں اگیان کے سبب سے دُوئی ہوتی ہے، وہیں دُوسرے کو بطورِ غیر کے دیکھا جاتا ہے۔ اور جب سب میں آتم بھاو ہو جاتا ہے۔ تب ایک ذرہ بھی اپنے آپ سے غیر دِکھائی نہیں دیتا۔

● جس حالت میں تمام موجُودات کو آتما (اپنے آپ) کے طور پر جانتا ہے۔ اُس کو موہ (دھوکہ) اور شوک (غم) نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُس کا غیر موجود ہی نہیں ہے۔

● برہدارنیک اُپنشد میں اِس بات کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ کہ یہ آتما ہی جو سب کا آتما ہے۔ برہم ہے۔

● اگرچہ یہ دُنیا ہمارے تجربہ میں آتی ہے، اور اِس کے اندر بیوہار بھی کیا جا سکتا ہے، تو بھی یہ خواب کی مانند غیر حقیقی ہے۔ کیونکہ یہ بعد میں (برہم گیان ہونے پر) نہیں رہتی۔

● جاگنے پر خواب کا غیر حقیقی ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور خواب میں عالم بیداری نہیں پایا جاتا۔ اور گہری نیند میں خواب اور بیداری کی حالتیں معدُوم ہوتی ہیں۔

● یہ تینوں حالتیں یہ گنوں (صفات ثلاثہ) سے ظاہر ہونے کے سبب سے متھیا (نمودی اور غیر حقیقی) ہیں۔ اِن تینوں کا درشٹا (ناظر) تین گنوں سے پرے ایک اَبدی اور اپنی حقیقت میں محض علم و نور ہے۔

● جس طرح مٹی کی پہچان ہونے پر اِس میں گھڑے کی علیحدہ ہستی نظر نہیں آتی، اور سیپی کی

پوری شناخت ہونے پر اِس میں چاندی کا دھوکہ نہیں ہو سکتا۔ اُسی طرح برھم گیان ہونے پر جیو تُو (رُوح کی اِنفرادی ہستی) کا سراغ نہیں مِلتا۔

● جس طرح مٹّی میں گھڑا، سونے میں کُنڈل (بالا) اور سیپی میں چاندی برائے نام ہیں۔ اِسی طرح برھم میں جیو بھی صرف نام کو ہے۔

● جس طرح آکاش میں نیلاپن، صحرا میں پانی، ٹھونٹھ میں پُرش معلوم ہوتا ہے۔ اِسی طرح ہی یہ سارا جگت چِد آتما (ذات نُورانی) کے اندر صرف معلوم ہوتا ہے۔

● جس طرح اُجاڑ میں بھُوت، بادلوں میں شہر یا آکاش میں دو چاند نظر آتے ہیں۔ اُسی طرح ستیہ (برھم) کے اندر جگت اپنی (نمودی) ہستی رکھتا ہے۔

● جس طرح لہروں کے اُچھالے میں پانی ہی نمودار ہوتا ہے۔ اور تانبا ہی برتنوں کی شکل میں دیکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح آتما ہی انیک برہمانڈوں کی صُورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

● مٹّی ہی گھڑے کے نام میں اور دھاگے ہی کپڑے کے نام میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اِسی طرح برھم جگت کے نام میں نمودار ہو رہا ہے۔ نام کو منفی کر کے اسے (برھم کو) پہچاننا چاہیئے۔

● لوگوں کا تمام بیوہار (معاملہ) برھم کے ذریعے اِسی طرح ہی ممکن ہوتا ہے۔ جس طرح مٹّی کے ذریعے گھڑے کا وجُود میں آنا لیکن لوگ جہالت کے سبب سے اِس بات کو نہیں جانتے۔

● شُرتی (عارفانہ کلام) اور یُکتی (استدلال) دونوں ہی ظاہر کرتے ہیں کہ جس طرح گھڑے اور مٹّی کے درمیان کاریہ کرن (معلول علت) کا تعلق موجُود ہے۔ اِسی طرح ہی برہم کارن ہے اور جگت اِس کا کاریہ ہے۔

● جس طرح جب ہم گھڑے کو دیکھتے ہیں۔ تو اصل میں مٹّی کو ہی دیکھتے ہیں۔ اِسی طرح ہی جب جگت کو دیکھتے ہیں، تب ہم درحقیقت برھم کی ہی نُورانی ذات کو دیکھتے ہیں۔

● جس طرح ایک ہی رسّی گیانی اور اگیانی کو دو طرح سے بھاستی (معلوم ہوتی) ہے۔ اِسی طرح نِتیہ شُدّھ (ابدی طور پر بے لوث) آتما اشُدّھ (ملوث) دِکھائی دیتا ہے۔

● جس طرح گھڑا عین مٹّی ہے۔ اِسی طرح دیہہ بھی آتم رُوپ ہے۔ اِسی لئے آتما (SELF) اور اناتما (NOT SELF) کے درمیان اِمتیاز کرنا گیانیوں کے لئے بے فائدہ ہے۔

● جس طرح وِمُوڑھ پُرش (جاہل انسان) رسّی کو بطور سانپ کے اور سیپی کو بطور چاندی کے محسُوس کرتا ہے۔ اِسی طرح ہی وہ آتما کو دیہہ خیال کرتا ہے۔

● جس طرح مٹّی ہی گھڑا، اور سُوت ہی کپڑا معلوم ہُوا کرتے ہیں۔ اِسی طرح جاہل لوگ بھی آتما کو دیہہ خیال کرتے ہیں۔

● جس طرح سونے کو ہی زیور اور پانی کو ہی لہر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جاہل انسان اپنے آپ کو جسم خیال کرتا ہے۔

● جس طرح کھمبے میں چور اور سراب میں پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ اسی طرح جاہل انسان آتما کو جسم خیال کرتا ہے۔

● جس طرح لکڑی، مکان کی اور لوہا تلوار کی صُورت میں نمُودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جاہل کو آتما ہی جسم معلوم ہوتا ہے۔

● جس طرح درخت پانی میں منعکس ہو کر اُلٹے پُلٹے دِکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح ہی اگیان (جہالت) سے آتما جسم معلُوم ہوتا ہے۔

● کشتی میں سفر کرتے ہُوئے شخص کو ہر ایک شے متحرّک نظر آتی ہے۔ اسی طرح اگیان سے آتما جسم معلُوم ہوتا ہے۔

● جس طرح اپنی نظر کے نُقص (دوش) سے سفید شے پیلی دِکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح جہالت کے سبب سے آتما جسم معلُوم ہوتا ہے۔

● جیسے چکرائی ہُوئی آنکھوں کو تمام چیزیں ہی گھُومتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اسی طرح اگیان کے کارن آتما میں جسمانیت کا دھوکا ہوتا ہے۔

● جس طرح جلتی ہُوئی لکڑی گھُمانے سے وہ سُورج کی مانند گول دِکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح ہی جہالت سے آتما جسمانیّت کے طور پر محسُوس ہوتا ہے۔

● تمام چیزیں خواہ وہ قد و قامت میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں، دُور سے چھوٹی معلُوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہی اگیان میں آتما جسم معلوم ہوتا ہے۔

● تمام چیزیں خواہ وہ قد و قامت میں کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہوں۔ کلاں نما شیشے کے ذریعے بڑی دِکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح ہی جہالت کے باعث آتما جسم معلوم ہوتا ہے۔

● جس طرح شیشے کی سطح میں پانی کا اور پانی کی سطح میں شیشے کا دھوکا ہُوا کرتا ہے۔ اسی طرح ہی اگیان کے کارن اپنا آپ جسم معلوم ہوتا ہے۔

● جس طرح آگ میں منی (رتن، جوہر) اور منی میں آگ کا دھوکا ہوتا ہے۔ اسی طرح جہالت کے سبب آتما میں دیہہ بھاسنی (معلوم ہوتی) ہے۔

● جس طرح بادلوں کے چلنے کی وجہ سے چاند چلتا ہُوا معلُوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہی اگیان سے آتما میں جسمانیّت کا دھوکا ہوتا ہے۔

(باقی پھر)

گناہوں کی بھینٹ

شری رام لال جی سالکؔ

پھول تجھ پہ کوئی چڑھاتا ہے — اور پھلوں سے کوئی رجھاتا ہے
کوئی گھنٹی بجا کے مندر میں — خواب سے آپ کو جگاتا ہے
رکھے روزہ، ادا نماز کرے — اور اذاں سے کوئی بلاتا ہے
کوئی نادار برگِ خشک لئے — دِل کو اشکوں سے دھو کے لاتا ہے
کوئی خوش ہے تیری رضا میں سدا — غم خوشی سے تیرا اٹھاتا ہے!
کوئی پھنس کر فریب دنیا میں — تیری ہستی کو بھول جاتا ہے
اے کریم و غنی تیرے قرباں — کوئی جو کچھ بھی لے کے آتا ہے
تو ہر اک شے قبول کرتا ہے — اور ہر اک کو گلے لگاتا ہے
دیکھ کر جوش پہ تیری رحمت — مجھ سا عاصی بھی جوش کھاتا ہے
پاپ اور پن تجھے نہ چھو پائیں — ذکرِ سالکؔ یہ سنتا آتا ہے

میں بصد عجز عمر بھر کے گناہ!
اے خطا پوش پیش کرتا ہوں
کر قبول ان کو، بس اسی صورت
میں گناہوں سے چھوٹ سکتا ہوں

تیری ہی پریرنا سے :-

کسی کے نام

از- حکیم ریمل داس جی مُضطر

بنام او کہ او نام ندارد ؛ بہر نامے کہ خواہی سر برآرد

ترجمہ :- اُسی کے نام کہ جس کا کوئی نام ہی نہیں (لیکن) جس بھی نام سے اُسے پکارو، اُسی نام سے آواز دیتا ہے۔ (جواب دیتا ہے)

پیارے پریتم میں چاہتا ہُوں، کہ آج تُجھ کو ایک خط لکھوں۔ اِس خط میں کیا ہوگا؟ یہ تو خود مجھے بھی پتہ نہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہوگا ضرور، اور جو کچھ ہوگا، وہ تیرا ہی ذکر ہوگا۔ کیونکہ پریم کے خط میں سوائے پریم کے اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ کیا ایک سچے عاشق کو سوائے اپنے محبوب کے ذکر کے کوئی اور چیز یا کوئی اور گفتگو پسند آسکتی ہے؟..... نہیں ہر گز نہیں۔ اگر کوئی شخص سوائے اپنے محبوب کے ذکر کے کوئی دوسری بات پسند کرتا ہے، تو وہ عاشق صادق نہیں۔ بلکہ ریاکار، فریبی، دھوکہ باز اور خود فریب ہے؛

ایک دن کسی عاشق صادق کے کان میں آواز آئی۔ کہ اے بھائیو! اے پروانو!! آؤ، چلو بازار چلیں شام ہو چکی ہے، اور شمع جل رہی ہے۔ عاشق صادق نے پُوچھا، بھائی تو کون ہے، اور تجھے کس نے کہا کہ بازار میں شمع جل رہی ہے؟ جواب دیا کہ میں ہوں پروانہ، اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہُوں۔ کہ واقعی شمع جل رہی ہے۔ عاشق صادق ہنسا۔ بولا! پاگل کہیں کا، جھُوٹا کہیں کا۔ اگر تو پروانہ ہوتا اور اپنی آنکھوں سے شمع جلتی دیکھتا، تو وہیں جل نہ مرتا..... یہاں آنے کا تیرا کیا کام۔ مطلب یہ، کہ جو عاشق صادق ہیں۔ وہ ذکر ماسوا سے کوسوں دُور رہتے ہیں۔

پیارے پریتم! میں نے لکھنا تو تجھے خط۔ لیکن لکھنے کیا لگا؟ مگر کیا کروں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ کہ اِس دماغ میں۔ اِس سر میں، صرف تیرا ہی سودا بھرا ہے۔ اور پھر جو سودائی ہوتا ہے۔ وہ سیدھی بات کہاں کرتا ہے۔ کوئی بات کہیں کی اور کوئی کہیں کی۔ جو کچھ دماغ میں آیا۔ وُہی قلم کی لکیروں سے کاغذ پر بکھیر دیا۔ ہاں! تو اے پیارے پریتم! میں تجھے ایک خط لکھنا چاہتا ہُوں۔ لیکن خط لکھنے سے پہلے یہ سوچنا پڑ گیا۔ کہ خط لکھ کر بھیجوں گا کہاں؟ کوئی پتہ کوئی نشان..... اور پھر خط تو اُس کو لکھا جاتا ہے۔ جو کہیں دُور رہتا ہو۔ لیکن میرے پریتم تو تو مجھ سے دُور نہیں ہے۔ تیرے میرے درمیان کچھ فاصلہ بھی نہیں۔ پھر خط لکھوں تو کہاں؟

عجیب کشمکش سی ہو رہی ہے۔ اس تیرے دیوانے کے دِل میں اور دماغ میں۔ دِل کہتا ہے خط لکھو، پریتم کے نام، اور ضرور لکھو۔ پھر دماغ کہتا ہے۔ کس کے نام لکھو گے، اُس کا نام کیا ہے؟ کہاں بھیجو گے۔ اُس کا مقام کہاں ہے؟

میرے پریتم۔ مَیں تجھے کس نام سے خط لکھوں؟ جبکہ تیرا کوئی نام نہیں۔ کہاں بھیجوں، جبکہ تیرا کوئی مکان نہیں (یعنی کسی ایک مکان میں محدود نہیں) لیکن نہیں۔ یہ بھی غلط۔ کیونکہ یہ جس قدر نام ہیں کس کے ہیں؟ تیرے نہیں، تو تیرے سوا اور ہے کون؟ اور یہ جس قدر مکان ہیں، ان کا مکین تو نہیں تو اور کون ہے؟ سب نام تیرے، سب مقام تیرے! پھر کس نام سے لکھوں، کس مقام اور کس مکان پر بھیجوں۔ یہ تو تُو ہی بتا دے۔ کیونکہ اس حالت میں تو سوچتے سوچتے (کہ تُو کیا ہے، کہاں ہے، کہاں نہیں ہے) دماغ میں چکر سا آجاتا ہے۔ صرف میرے دماغ میں ہی نہیں۔ بلکہ ساری کائنات میں ہی ان باتوں کا جواب کوئی نہیں دے سکتا۔ کہ مَیں خط کس کے نام لکھوں کہاں لکھوں۔

پریتم! تیرے اس حل نہ ہونے والے اور درحقیقت حل شدہ سوال پر غور کرتے کرتے مَیں عالم خیال میں گم ہو رہا تھا۔ مَیں اِس عالم گمشدگی میں ہی تھا۔ کہ میرے کان میں آواز آئی۔ کوئی تیرا عاشق، تیرا پرستار، تیرا دیوانہ۔ یکتارا پر بہت بہت ہی مدھر سُر میں گا رہا تھا۔ ؎

پیتم کو پتیاں لکھوں جو کہیں ہوئے بدیش
تن میں من میں پران میں تا کو کیا سندیش

یعنی مَیں اپنے پریتم کو تب خط لکھتی۔ اگر وہ کہیں بدیش میں ہوتا۔ لیکن وہ پیتم۔ جو میرے تن میں، میرے من میں، اور میرے پرانوں میں بس رہا ہے۔ اس کو کیسا خط؟

پریتم! مَیں نے یہ گیت سُنا۔ بات بالکل ٹھیک تھی اور سچ۔ میرا سوال حل ہو گیا۔ اب مَیں نے قلم، دوات اور کاغذ ایک طرف رکھ دیا۔ اب مجھے خط لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مَیں نے یہ راز معلوم کر لیا۔ کہ مَیں نے جو کچھ لکھنا تھا۔ اپنے ہی نام لکھنا تھا۔

لیکن ہاں۔ تیرے نام کچھ لکھنا (اُپاسنا، پُوجا وغیرہ) اپنے آپ کو اپنے آپ میں ملانے کا طریقہ ضرور ہے۔

(اوم شم)

پرچہ وقت پر نہ ملنے کی شکایت

اُسی ماہ کی ۱۰ یا ۱۵ تاریخ کے اندر کر دینی چاہیئے۔ ہم دوبارہ پرچہ مُفت ارسال کر دیں گے۔ دو دو تین تین ماہ کے بعد شکایت کرنا بے سُود ہوگا۔

"مینیجر"

بہروپیا

از - حکیم رمیل داس جی مضطر

یہی ہے بجا کہ تو بہروپیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

کہیں تو عاصی کہیں پارسا ہے — کہیں شیخ و براہمن کہیں تو ملا ہے
کہیں بن کے معشوق محوِ ادا ہے — کہیں بن کے عاشق ادا پہ فدا ہے

تو بس ٹھیک ہے کہ تو بہروپیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

کہیں بن کے مخدوم خدمت کرائے — کہیں بن کے خادم تو تکلیف پائے
کہیں تو سخی بن کے دولت لٹائے — کہیں مانگ کر بھیک دھکے تو کھائے

تو بس ٹھیک ہے کہ تو بہروپیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

اگر آب دریا میں تو ہی رواں ہے — تو کہسار میں تو ہی کوہ گراں ہے
چمن زار میں صورت گل عیاں ہے — تو بلبل کے چہچہا میں تو نغمہ خواں ہے

یہی ٹھیک ہے کہ تو بہروپیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

کبھی بنسری تھام لی شام بن کر — کہیں دھنش توڑا شری رام بن کر
کہیں رادھا رکمن و بلرام بن کر — کئی نام رکھتا ہے بےنام بن کر

تو پھر کیوں نہ کہہ دیں کہ بہروپیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

صبحِ نیم روزی میں تو شام میں تو — گھڑی پہر دن رات ایام میں تو
تخیل میں تو اور اوہام میں تو — کہیں خاص میں ہے کہیں عام میں تو

تو بس ٹھیک ہے کہ تو بہروپیا ہے - کہ ہر رنگ ....

تجسس میں دیکھا تو تو جستجو ہے　　مقرر میں دیکھا تو تو گفتگو ہے
تو ہی ہر طرف اور تو ہی کو بکو ہے　　تعجب ہے اندر ہے اور رو برو ہے
تو کہنا پڑے گا کہ ہر رو پیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

اگر تو ہے حاکم تو محکوم بھی ہے　　اگر تو ہے عالم تو معلوم بھی ہے
اگر تو ہے عاصی تو معصوم بھی ہے　　اگر تو ہے شاداں تو مغموم بھی ہے
تو بس ٹھیک ہے کہ تو ہر رو پیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

تخیل میں مضطر کے طاقت کہاں ہے　　بیاں کر سکے جو کہ رازِ نہاں ہے
تیری ذات بے حد و بے چوں چراں ہے　　تخیل تصور کی رُدِ رواں ہے
حقیقت یہی کہ تو ہر رو پیا ہے
کہ ہر رنگ و ہر جا پہ جلوہ نما ہے

پرماتما کو پانے کا آسان راستہ

شری ست پال پوری

اگر انسان کا چت، من اور بدھی نرمل ہو، تو پربھو کے درشن ہو جاتے ہیں۔ پربھو کے درشن کا یہ مطلب نہیں۔ کہ پربھو کا روپ ہے، اور انسان کے سامنے ہو کر درشن دیتا ہے۔ دراصل من کی شانتی کا مطلب ہی پربھو درشن ہے جو لوگ اپنی واسناؤں پر قابو پا لیتے ہیں۔ ان کا من اور چت نرمل ہو جاتا ہے۔ انسان اگر پانچ باتیں کام، کرودھ، موہ، لوبھ اور ہنکار چھوڑ کر سادہ خوراک، سادہ لباس اور شدھ وچار رکھے۔ تو ایشور کو پراپت کرنے کا یہ آسان راستہ ہے۔ اپنے جیون کا زمان ایک مندر کے روپ میں کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ہی پرم پتا پرماتما کی پوتر مورتی اس میں رہ سکے گی۔ اپنے ضمیر کی آواز سنو۔ بدھی طاقت سے خود پر نظر ڈالو۔ نرک، سورگ اپنے کرموں سے ہم خود بناتے ہیں۔ آج کل نشے :۔ شراب، چرس اور دوسری برائیاں وڈہ، سٹہ اور جوا انسان کو پربھو سے دور لے جاتی ہیں۔ اس لئے نیک کام کرتے جائیں۔ نہ جانے کب وقت آجائے۔ اس ناپائیدار اور فانی دنیا میں دل نہیں لگانا چاہیئے۔ جس بھگوان کی تلاش میں ہم جگہ جگہ پھرتے ہیں، وہ ہمارے اندر موجود ہے۔ بھگوان کو پکارنے (جاپ) کرنے سے وہ ضرور آتے ہیں۔ اس لئے چلتے پھرتے، جاگتے سوتے۔ ہر وقت بھگوان کا نام لو، گیتا کا پاٹھ کرو۔ اسی سے کلیان ہوگا۔ یہی ہماری سبھیتا اور سنسکرتی کا سندیش ہے۔ اور ایشور کو پانے کا آسان راستہ ہے۔

انتر مکھی برتی

از۔ حکیم رمیل داس جی مُضطر

مایا کا پنجہ

حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شخص خوشی کا خواہشمند ہے، ہر شخص کو خوشی کی تلاش ہے۔ مگر خوشی اُس کو ہے، جو دُرست راستہ پر چل رہا ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اِنسان سفر تو کرے پُورب کی طرف اور پہنچنا چاہے اپنی اُس منزل پر جو پشچم کی طرف ہے۔ بالکل یہی حال خُوشی کی تلاش کا ہے۔ اِنسان مگر وہ اِنسان جن کے من پر مایا کا غلبہ ہے۔ اُن کے ذریعہ سفر تو کرتے ہیں مایا کی طرف، یعنی مایا کی پراپتی کے لیئے، اور دِل میں خواہش رکھتے ہیں سچی خوشی کے پانے کی۔ جو کہ ایک ناممکن سی بات ہے۔ جو اِنسان سچی خوشی پراپت کرنا چاہتا ہے۔ اُسے من سے مایا سے دُور رہنا ہوگا۔ شریر سے تو کوئی بھی مایا سے دُور ہو نہیں سکتا۔ مایا سے دُور ہونا تو یہ ہے، کہ من میں تعلق نہ رہے۔ گویا تعلق میں بے تعلقی اور بے تعلقی میں تعلق کا جیون بتیت کرنا ہر شخص اِس حقیقت کو جانتا بھی ہے، کہ مایا نے تو ساتھ نہیں دینا، اور نہ ہی اِس کی پراپتی سے سچی خُوشی پراپت ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ جانتے ہُوئے بھی عام لوگ اپنے آپ کو مایا کے پنجہ میں گرفتار کیئے رکھتے ہیں، اور ڈھنڈورہ کرتے ہیں، کہ ہم تو مایا سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ مگر یہ مایا ہے کہ ہمیں چھوڑتی نہیں۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ مایا کسی کو نہیں باندھتی، بلکہ اِنسان خود ہی مایا میں اپنے آپ کو اِس طرح باندھ کر رکھتا ہے جس طرح مکڑی اپنے اندر سے تار پیدا کر کے جال بُن لیتی ہے، اور پھر خود اُس میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ بالکل یہی حالت اِنسان کی ہے۔ کہ وہ اپنے اندر سے آپ ہی تعلقات کی تاریں نکال کر اپنے اِردگِرد تعلقات کا ایک مضبوط جال بنا لیتا ہے۔ اور جب اُسے اِس جال میں قید کی تکلیف محسوس ہوتی ہے، تو نِکلنے کا اِرادہ کرتا ہے۔ مگر اب اِس جال کی تاریں اِتنی مضبوط ہو چکی ہوتی ہیں۔ کہ اِن سے نکلنا اِس کے بس کی بات نہیں رہتی۔ اور وہیں جال کے اندر ہی تڑپ تڑپ کر جیون بتیت کرتا ہے۔

دُوسری مثال اِس کی یہ دی جا سکتی ہے کہ ایک مکان میں بلّی بیٹھی ہے اور مکان میں چُوہے بھی رہتے ہیں۔ اب بلّی اِس تاک میں رہتی ہے کہ کوئی چُوہا بل سے نکلے، اور وہ اُسے اپنا جھپٹا مار کر نوالہ بنا لے۔ اور جونہی وہ باہر آتا، اُس نے جھپٹا مار کر چُوہے کی گردن دبوچ لی۔ اگر چُوہا بل سے باہر نہ نکلتا۔ تو بل کے اندر تو بلّی نے جا کر چُوہے کو نہیں دبوچنا تھا۔ چُوہے کا باہر آنا ہی اُس کی موت کا کارن بنا۔ بالکل یہی

حالت اِنسان کی ہے۔ یعنی اِنسان خود آپ ہی اپنی اَنترمُکھی برتی سے باہر نِکل کر اَپنے آپ کو مایا کے سامنے لے آتا ہے اور مایا اُس کو گردن سے پکڑ کر دبوچ لیتی ہے۔ لیکن جو وِچار وان ہیں کہ جن کو ست پُرش یا مہاپُرش بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اَپنے اَندر کے آسن پر مقیم رہتے ہیں، وہ اپنے آپ کو اِس مایا کے آگے (عام دُنیا دار کی طرح) نہیں پھینکتے۔ اِس لئے مایا اُن پر کوئی اَثر نہیں ڈال سکتی۔ اَیسے مہاپُرش ہروقت اَنترمُکھی برتی میں لین رہتے ہیں۔ گو اُن کا شریر باہر کے کاریہ میں لگا ہُوا نظر آتا ہے لیکن چونکہ بندھن اور مُکتی کا تعلق تو من سے ہے۔ اِسلئے وہ اپنے من پر دُنیا کا کوئی پربھاؤ (اَثر) نہیں پڑنے دیتے۔ ارتھات:۔ اپنے من رُوپی چُوہے کو مایا رُوپی بلّی کے آگے نہیں لے آتے، اور جہاں (آتم کٹیا) میں اُن کے مَن کا نِواس ہو رہا ہے، وہاں مایا جاکر اَپنا اَثر ڈال نہیں سکتی۔ پس ہر ایک وِچار وان کو مناسب ہے کہ وہ حتیٰ لامکان اَپنے من کو یعنی برتی کو اَنترمُکھی رکھے، تاکہ مایا کے پنجہ (پرلوبھن) سے بچا رہے۔

سنگ کُسنگ:۔ ایک بڑے برتن میں گنگا جل بھر کر ایک پوِتر استھان پر اِسلئے رکھ لیا گیا کہ جو شردھالُو پُرش چاہیں اِس گنگا جل سے چرنامرت لے لیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ اِس بڑے برتن میں کم و بیش ۴۰ کلو کے قریب گنگا جل ہوگا، کہ جس کو ہزاروں شردھالُو چرنامرت لے سکتے تھے۔ چنانچہ شردھالُو بھگتوں نے وہاں آکر گنگا جل لیا۔ پہلے سیس پہ لگایا، پھر ماتھے پر اور پھر پی لیا۔ اِسے شردھالُو بھگت گنگا جل کے سپرش اور پینے کو رُوحانی طور پر بہت لابھدائک مانتے ہیں، اور اِسی شردھا کے ماتحت سینکڑوں، ہزاروں آدمیوں نے اِس برتن سے چرنامرت لے لیا۔ اتفاق کی بات سمجھئے کہ جس جگہ یہ برتن رکھا گیا تھا، وہاں ایک سایہ دار درخت بھی تھا، اور یہ برتن اُس درخت کے نیچے ہی رکھا تھا۔ ایک کوا اُس درخت پر آ بیٹھا اور اُس نے اُوپر سے وِٹھ (گندگی) کر دی، جو کہ اُس گنگا جل میں آگری۔ لوگوں نے دیکھا کہ گنگا جل میں تو کوّے نے 'وِٹھ' کر دی ہے، اور اب یہ نہ تو سِر پر چڑھایا جائے گا اور نہ ہی پیا جائے گا۔ حالانکہ ابھی اِس برتن میں شائد آدھے سے بھی زیادہ گنگا جل موجود تھا، غالباً بیس ۲۰ کلو سے بھی زیادہ۔ اور اِس میں جو وِٹھ گری تھی، وہ تو شائد دو چار گرام (ماشہ) ہی ہوگی، جو کہ گرتے ہی جل میں اُسی طرح مِل گئی، کہ اب کہیں نظر بھی نہیں آتی۔ لیکن پھر بھی شردھالُو بھگتوں کے دِل میں اِس جل کے متعلق وہ شردھا نہ رہی، اور اُنہوں نے اِس جل کو برتن سے نِکال کر پرتھوی پر بہا دِیا۔ بھلا کیوں؟ —— کارن صاف ہے کہ یہ کُسنگ کا پھل ہے۔ تقریباً ۲۰ کلو گنگا جل کو جب چند ماشے اپوِتر چیز نے اپوِتر کر دیا۔ تو کیا اِنسان کا وہ من جو بھگتی ست سنگت ابھیاس، تپ دان، تیرتھ یاترا آدمی شُبھ کرموں سے پوِتر ہو چکا ہُوا ہے۔ تھوڑا سا کُسنگ اُس کو اپوِتر نہ کر دے گا؟ اَرتھات کر دے گا، اور ضرور کر دیگا۔

پس ایک جگیاسُو، اِیشور بھگت اور رُوحانی مارگ پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کُسنگ سے قطعی پرہیز رکھے ورنہ اُس کے صاف من پر کُسنگ کی سیاہی کا دھبّہ ضرور لگ جائے گا، اور جس کو صاف کرنے کے لئے اُس کو پھر دوبارہ کوشش کرنا ہوگی، اور یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زندگی کی تار کہاں ٹُوٹ جاتی ہے۔ عین مُمکن ہے کہ اِس کُسنگ کے دھبّہ کو مٹانے سے پہلے ہی "جیون یاترا" سماپت ہو جائے۔ اور اِنسان اِسی داغدار مَن میں ہی شریر چھوڑنے پر مجبُور ہو جائے۔ اِس لئے بہتر ہی ہے، کہ اَپنے من کو کُسنگ کی سیاہی سے بچا کر جیون بتیت کیا جاوے۔ بھگوان ہمیں اَیسا کرنے کی شکتی بخشیں:

(اُوم شم)

بڑی موج ہے

از بسنت پُور سنگھ جی مہاراج

محبت سے تُو نے جگایا مجھے — الٰہی نشہ ہے پلایا مجھے!
نظارۂ باطن دکھایا مجھے — حقیقت کا مارگ بتایا مجھے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے
رہا غم نہ باقی بڑی موج ہے

میں کیا ہوں مجھے یہ بتایا گیا — جو کرنا ہے سب کچھ پڑھایا گیا
دکھانا تھا جو کچھ دکھایا گیا — ہے منزل پہ جانا سکھایا گیا

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ......

مجھے آنکھ کی تُو نے ایسی عطا — کہ ہر شے میں جلوہ دکھایا گیا
ہے دُوئی کا پردہ اُٹھایا گیا — جو اسرارِ حق تھا بتایا گیا

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ.......

جو مدہوش ہوں تو نظارے تیرے — جو خاموش ہوں تو نظارے تیرے
جو پُرجوش ہوں تو نظارے تیرے — جو سنتوش ہوں تو نظارے تیرے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ.......

میرا غم بھی اب تو غذا بن گئی — میرا مرض اب تو شفا بن گئی
میری خامشی بھی نوا بن گئی — میرا روٹھنا بھی ادا بن گئی

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ......

کہاں سے کہاں تک پہنچایا گیا — ہے رائی سے پربت بنایا گیا
ہے پرکاش ایسا دکھایا گیا — کہ سارا اندھیرا مٹایا گیا

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ.......

میں لوں نام کیا جب کہ اک جوت ہے — پڑھوں کیا پڑھا جبکہ اک جوت ہے
کہوں کیا کہا جب کہ اک جوت ہے — جپوں کیا جپا جب کہ اک جوت ہے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

ہے مستوں کی دُنیا میں کیا کیا بہار ــ جو دیکھے یہ دُنیا کرے جاں نثار
جو اِک جوت کے گھونٹ پی لے گا یار ــ تو جیون میں آ جائے گا فوراً قرار

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

یہ اِک جوت نفرت ہٹا دیتی ہے ــ گناہوں سے یکدم چھڑا دیتی ہے
جو سوئے ہیں اُن کو جگا دیتی ہے ــ سبق زندگی کا پڑھا دیتی ہے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

یہ اِک جوت غم سب بھلا دیتی ہے ــ چھپے راز سارے بتا دیتی ہے
محبت سے رہنا سکھا دیتی ہے ــ یہ قطرے کو دریا بنا دیتی ہے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

جو اِک جوت کو اپنے دِل میں بسائے ــ وہ مرضی سے آئے وہ مرضی سے جائے
عجب اپنے جیون کا اسرار پائے ــ کوئی قید و بندش نہ اُس کو ستائے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

امیری غریبی ہٹی دِل سے دُور ــ نشہ حقیقت سے ہوں چور چور
مِلا زندگی کا مزا اب ضرور! ــ یہ دِل میرا رہتا ہے اب پُر سرور

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

جو مجھ کو پلائی پلا سب کو بیر! ــ جو ہیں قید مُکتی دِلا سب کو بیر
گرے ہیں جو بھائی اٹھا سب کو بیر ــ تو رازِ حقیقت بتا سب کو بیر

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

دِکھا یا میرے دِل میں جب سے خُدا ــ میں اُس سے وہ مجھ سے نہیں اب جُدا
حقیقت کا اب تو مِلا ہے مزا ــ میرے مُنہ سے مستی میں نکلے صدا

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے۔ رہا غم نہ........

جو اندر میں جھانکوں بڑی موج ہے ــ جو باہر میں دیکھوں بڑی موج ہے
مصیبت میں آؤں بڑی موج ہے ــ اگر اٹھوں بیٹھوں بڑی موج ہے

مجھے اب تو ساقی بڑی موج ہے
رہا غم نہ باقی بڑی موج ہے

آجکل کے سُدھارکوں کو:-

از قلم پنڈت بھارت بندھوجی

سوامی رام تیرتھ جی کا مشورہ

ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل دُنیا کو سُدھارنے والوں کی تعداد دِن بدِن بڑھ رہی ہے۔ ہر ایک دُوسروں کو صحیح راستہ دِکھا کر اُن کی بہبودی اور بھلائی کے لیئے کوشاں دکھائی دیتا ہے۔ مگر اتنے سُدھارکوں کی کوششوں کے باوجود بُرائیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ آخر یہ کیوں؟ اِس کا جواب سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے ایک پروچن سے ملے گا۔ جو اُنہوں نے جنوری ۱۹۰۲ء میں متھرا میں دِیا۔ وہاں موجود اُن کے شِشیہ شری سوامی نارائن جی نے اسے نوٹ کیا تھا۔ اِس پروچن کا مختصر ذکر غالباً "اوم" کے پریمیوں کے لیئے باعث مسرت ہوگا۔

آج کل سُدھارکوں کی باڑھ (طغیانی) سی آرہی ہے۔ جہاں دیکھو، سوسائیٹیاں اور دوسرے اشخاص اِس غم میں گھلے جارہے ہیں کہ سماج کی بُرائیوں کو دُور کر کے دُنیا میں کس طرح نیکی اور شانتی کا راجیہ قائم ہو سکتا ہے۔ پروپکار کی بھاونا اور ہمدردی کے جذبہ سے موجزن دِلوں والے دوسروں کو اُوپر اُٹھانے کے لیئے بہت بے چین دِکھائی دیتے ہیں۔ اُپدیش دینے میں ماہر یہ سُدھارک جگہ جگہ جا کر دُوسروں کی بُرائیوں کو اُجاگر کر کے اُن میں سُدھار لانے کے لیئے کئی دلائل پیش کرتے ہیں۔ دراصل ایسے لوگ دُوسروں پر رحم (دیا) کرنے کے رہسیہ کو ٹھیک طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اپنی زندگی کے بنیادی اصُولوں کو اپنے آپ میں جذب نہ کر کے یہ پرآپکاری نہ تو اپنے آپ کو سُدھار سکتے ہیں اور نہ دُوسروں کو اُوپر اُٹھانے کا دعوےٰ کر سکتے ہیں۔ انگریزی میں اِس کا محاورہ ہے First deserve then desire یعنی کسی خواہش کو پُورا کرنے کے لیئے اپنے آپ کو اس کے مستحق بناؤ۔ اِس کے برعکس ویدانت کا یہ سندیش ہے۔ Deserve only, you need not desire یعنی اپنے آپ کو مستحق بناؤ۔ تمہیں خواہش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کسی بات کے لیئے مستحق ہونے پر سب کچھ خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ لگاتار مشق کرتے رہنے سے وہ بذاتِ خود حکمران بن جائے گا۔ اور اِس حالت میں اُسے حکومت شان و شوکت، راجیہ وغیرہ خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ بھلے ہی وہ اِن کے لیئے خواہش نہ بھی کرے۔ جو بادشاہ اپنی دولت و

شان کے لئے خواہشمند ہوتا ہے۔ وہ آخر کار اپنا راجیہ کھو کر شرمسار ہوتا ہے۔
ایک دفعہ ایک سادھو مہاتما کے پاس ایک بھگت بتاشوں سے بھرا ایک تھال لے گیا۔ اُس سادھو نے شردھا کو بھگت سے دو بتاشے دینے کی درخواست کر دی۔ بھگت نے جھٹ تھال میں سے دو بتاشے نکال کر مہاتما کے ہاتھ پر دھر دیئے اور تھال واپس گھر لے گیا۔ حالانکہ تھال میں پڑے سبھی بتاشے اُس کو بھینٹ کئے جانے تھے۔ اِس بے صبری اور جلد بازی سے وہ مہاتما وہاں موجود سبھی بھگتوں کی نظر سے گر گیا۔ اِس لئے کسی چیز کے لئے شوق ہونے پر بھی خواہش رکھنا اپنے آپ کو بے عزت نہیں کرنا تو اور کیا ہے؟

اِس کے لئے ہمیں اپنے محدود (آہم) کو لامحدود (آہم) میں جذب کرنا ہوگا۔ جب دونوں ایک دوسرے میں سما جائیں گے۔ تو وہ شخص (پُرش) تمام دنیا کا ہی نہیں بلکہ برہمانڈ کا سوامی (مالک) بن جائے گا۔ اس حالت میں تمام خواہشات اُس کے سامنے حاضر ہو کر اپنی خدمات پیش کریں گے۔ اور جس کی طرف اُس کی نگاہ ہوگی۔ وہی خواہش اپنی خوش قسمتی کا اظہار کرنے لگے گا۔ اور وہ مہاپُرش اپنی سبھی خواہشات کو پورا پاکر اپنے اصلی سوروپ کو سمجھ لے گا۔ دنیاوی خواہشات سے مالا مال ہو کر وہ تمام دنیا کو چلانے لگے گا۔ اس لئے جب تک ہم اپنے سوروپ میں قائم نہیں ہو جاتے۔ تبھی تک ہم پروپکار کے نیک کام میں لگ کر مفید ثابت نہیں ہو سکیں گے۔

دنیا کو سُدھارنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ کو اونچا اُٹھاؤ، سائنس اور جغرافیہ بھی اِس اصول کو ثابت کرتے ہیں۔ جب گرمی کے باعث کسی علاقہ کی زمین گرم ہو جاتی ہے، تو وہاں کی ہوا گرم اور ہلکی ہو کر اوپر اُٹھنے لگتی ہے اور اُس کی جگہ ارد گرد کی ہوا اپنے آپ وہاں آجاتی ہے۔ جس ہوا نے گرم ہوا کی جگہ لی تھی، وہ بھی گرم ہو کر اوپر اُٹھتی ہے۔ اور جہاں سے وہ آتی ہے۔ وہاں پر گرد و نواح کی ہوا پہنچ جاتی ہے۔ اِس طرح یہ عمل ہونے سے ہوا سب جگہ حرکت میں آتی ہے۔ اِس عمل سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے، کہ جب تم خود اوپر اُٹھ جاؤ گے۔ تو تم سے نیچے والا تمہاری جگہ لے لے گا۔ اور اُس کی جگہ پر نیچے والا خود بخود پہنچ جائے گا۔ اور اس عمل سے سبھی اپنی اپنی جگہ بدل لیں گے۔ لہٰذا دوسروں کو سُدھارنے یعنی پروپکار کرنے سے پہلے تم اپنے آپ کو اوپر اُٹھاؤ۔ اِس عمل کو آتم کرپا (आत्म कृपा) کہا جاتا ہے

پانی کے گلاس میں نمک کی ڈلی ڈال دینے پر وہ اُس میں گھل کر پانی کا روپ ہو جائے گی۔ ایسے ہی جب ہم آتم سروپ کے لامحدود سمندر میں ڈبکی لگائیں گے۔ تو ہمارا محدود من بھی علیحدگی کو چھوڑ کر لامحدود (تدروپ) ہو جائے گا۔ پرماتما سے ایک روپتا (एक रूपता) ہو جانے پر تمہاری علیحدہ محدود ہستی غائب ہو جائے گی، اور نمک کی ڈلی کی طرح جب سادھک اپنے

محدُود جسم کے بندھن سے آزاد ہو کر پرماتما کے ساتھ ایکتا قائم کر لیتا ہے، تو اُس میں بھی لامحدُود طاقت سرایت کر جاتی ہے۔ اور اُس کی تمام خواہشات پُوری ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے دِل کی تختی سے اُس سیاہی کو دُور کرنا ہوگا۔ جو اس کو ڈھکے ہُوئے ہے۔ اگر کسی جل رہے چراغ کو چاروں طرف سے کاغذ سے ڈھانپ دیں۔ تو اس کی روشنی کو باہر نکلنے میں رُکاوٹ ہوگی۔ لیکن اگر اُس کاغذ کو کسی تیل وغیرہ سے چُپڑ کر چراغ کو ڈھانپ دیں، تو روشنی پہلے سے زیادہ باہر نکل کر ظاہر ہوگی۔ اِس طرح ہردیہ پر پرم گیان کا لیپ کر دینے سے آتما کا پرکاش بلا رُکاوٹ باہر ظاہر ہوگا۔ ہردیہ کی پوِترتا اشد ضروری ہے۔ مُنشیہ کے اندر سب جگہ ویاپ رہی چیتن شکتی (جسے روشنی کا مخزن بھی کہا جاتا ہے۔) کو پرکٹ کرنے سے مانو (منتش) کا وِکاس ہوتا ہے۔ اِنسان اس سیڑھی کی چوٹی پر بیٹھا ہُوا ہے۔ جو جیوؤں کی بتدریج ترقی کو ظاہر کرتی ہے۔ اِس سیڑھی کے سب سے نیچے بے جان سرشٹی ہے، اور اِنسان کو سیڑھی کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے تمام مرحلوں کو طے کرنا ہوتا ہے۔

انتہ کرن پر مَل (मल) رُوپی کالکھ ہونے سے آتما کا پرکاش باہر نہیں جا سکتا۔ اس لئے آتم پرکاش کو پرکٹ کرنے کے لئے ہردیہ کا شُدّھ ہونا بہت ضروری ہے۔ جب یہ پرکاش باہر نکلنے لگے گا۔ تو یہ دُوسروں کے دِلوں کو خُود بخود روشن کر دے گا۔ جو تجربہ کار عالم جیو کی بتدریج ترقی کے قائل ہیں۔ وہ تمہارے آتم پرکاش کے پھیلنے سے زیادہ ترقی شدہ ماننے لگیں گے۔ اِن اُچھ آتماؤں کو ہم سنت، وَلی، اولیا، پیغمبر، اوتار وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اس اُونچی اوستھا کو حاصل کرنے کے لئے تیاگ (त्याग) کا ہونا لازم ہے۔ اگر ہم وِشو (विश्व) کے نظام کی دھارا کے برعکس رہنے لگتے ہیں، تو ہم سے کسی طرح کا شُدھ ہار ہونا ممکن نہیں۔

ہردیہ کی شُدھی کے سادھن :-

سنسار کے پدارتھوں سے سمبندھ رکھنے والا قُدرت (پرکرتی) کا اصول اِنسان کے ہردیہ کی شُدھی پر بھی لاگُو ہوتا ہے۔ سُورج کی کرنوں میں سات رنگ موجُود ہوتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنے کے لئے سائینس دانوں نے vibgyor لفظ کا ایجاد کیا ہے۔ جس کے حرُوف سات رنگوں کا نام بتاتے ہیں۔ جیسے وی، سے وائلٹ (Violet)، آئی سے انڈی گو۔ بی سے بلیُو (Blue) جی سے گرین، وائی سے یلو (Yellow) او سے اورنج (Orange) اور آر سے ریڈ (Red) اِن رنگوں کا الگ الگ نظر آنے کا دارومدار سُورج پر ہے۔ جب کسی چیز پر سُورج کی کرنیں پڑتی ہیں، تو وہ پدارتھ چھ رنگوں کو اپنے میں جذب کر کے ایک رنگ سُورج کو واپس کر دیتا ہے۔ اِس طرح وہ چیز اُسی رنگ کی دِکھائی دیتی ہے۔ جیسے گلاب کے پھُول پر سُورج کی شعاعیں پڑنے پر وہ چھ رنگوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ اور ایک رنگ گلابی کو

لوٹا دیتا ہے۔ اس لئے وہ پھول گلابی نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس دو رنگ (سفید اور کالا) ایک دوسرے سے متضاد صفات رکھتے ہیں۔ ہم کالے رنگ کو اس لئے پسند نہیں کرتے، کہ وہ سورج سے حاصل کردہ سبھی سات رنگوں کو جذب کر کے ایک رنگ کا بھی تیاگ نہیں کرتا ہے۔ جبکہ سفید نظر آنے والی چیز کسی بھی رنگ کو جذب نہ کرے۔ ساتوں رنگوں کو واپس کر دیتی ہے۔ یہ ہے خود غرضی (سوارتھ) اور تیاگ کی مثالیں۔ جب ہمارا ہردیہ پوری طرح شدھ ہوگا۔ یعنی سفید رنگ کی طرح اس میں کسی طرح کی غلاظت نہیں رہے گی، تو اس میں دیاپ رہا۔ آتم پرکاش ہمارے انتہ کرن سے باہر کے پدارتھوں کو روشن کرنے لگے گا۔ دوسری طرف سنسار کے سبھی پدارتھوں کو اپنے آپ میں سمیٹنے والا خود غرض شخص بھٹکتا رہے گا۔ ایسا من (محدود اہم अहंकार) سوارتھ کے کارن دنیا کی خواہشات سے لبریز ہونے کی وجہ سے آتم پرکاش کو ظاہر ہونے سے روکتا رہتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں محدود اہم (سوارتھ، لوبھ وغیرہ) سے کلنکت من خود بخود اپنے ناش کا کارن بن جاتا ہے۔ یعنی وہ آتم گھاتی کہلانے لگتا ہے۔ اس لئے ہردیہ کی شدھی کے لئے آتم تیاگ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

شاستروں میں لکھا ہوا ہے کہ دھیرج رکھنے والا اور لگاتار ابھیاس کرنے والا مہاتما ہی سنسار کے راگ اور دویش سے الگ رہ کر امرت کا پان کرتا ہے۔ اگر تمہیں ادھیاتم امرت کا آنند لیتا ہے۔ تو اپنے من اور ہردیہ کو پرکاشک وشو پتا کو لوٹا دو۔ اور سب میں اس پرم شکتی کے درشن کرو۔ اس سے تمہاری نظر میں پدارتھوں کا گیان نہ رہے گا۔ کیونکہ ان کی ہستی برقرار رہنے سے ہی ہم آتم سوروپ سے الگ رہتے ہیں۔

اس لئے اے سدھارکو! اس سب سے اونچی اوستھا (حالت) کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں دنیا کے ستھول پدارتھوں سے اوپر اٹھنا ہوگا۔ گرم ہوا کی طرح تمہارے اوپر اٹھنے سے دوسروں کو سدھارنے کی تمہیں ضرورت نہ ہوگی، اور وہ اپنے آپ درجہ بدرجہ اوپر اٹھنے لگیں گے۔ پرکرتی (قدرت) کے راجیہ میں کہیں بھی خلاء نہیں ہوتا۔ اس لئے تمہیں دوسروں میں اصلاح لانے کی تکلیف نہیں کرنا پڑے گی۔ اور وہ بذات خود اوپر اٹھ جائیں گے۔ اس اوستھا کو پراپت کر کے تم خواہ جنگل میں رہو۔ یا جگہ جگہ گھوم کر دوسروں کو اپنے وچار دان کرو۔ تمہارے لئے دونوں حالتیں یکساں رہیں گی۔

اس کا لب و لباب یہ ہے کہ سب سے پہلے تم اپنا ادھار کرو، اور دوسروں کو سدھارنے کی بیتیا گھلنا بند کر دو ؛

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا

پیغامِ وحدانیّت

از قلم شری شوکت علی شوکتؔ پورنپوری

ہمیں وحدانیّت کا دے دیا پیغام نانک نے
کہ کوئی کر نہیں سکتا کیا وہ کام نانک نے
ہے اُن کے جنم کا دِن آج جو ہر سُو اُجالا ہے
کیا ہے آشکارا زِندگی کے راز کو آ کر!
بجایا آپ نے اِنسانیّت کے ساز کو آ کر
ہمیں حق و صداقت کی نئی اِک راہ دِکھلائی
فقیری میں دِکھا دی آپ نے اِک شانِ سُلطانی
وُہی پہنچا ہے منزل پر کہ جس نے بات ہے مانی
دِیا اِنسانیّت کا آپ نے پیغام دُنیا کو
خداؤں کو دِیا پیغام تھا آ کر بہاروں کا
گورو نانک سہارا بن گئے تھے بے سہاروں کا
گورو جی نے سبھی کو زِندگی کا راز سمجھایا
حقیقت میں وہ صوفی تھے اور اِک اِنسانِ کامل تھے
سفینے کو بچانے کے لئے طُوفاں میں ساحل تھے
سُنا تھا بیکسوں کی آپ نے فریاد کو آ کر
گلے اپنے لگایا آپ نے ہندو مُسلماں کو
اُجالا بخشتے تھے آپ کاشی کے شبستاں کو
کیا تقسیم سب میں دھرم کی جاگیر کو آ کر
چلے آؤ گورو نانک تمہیں سب یاد کرتے ہیں
ہمیشہ بیکسوں کی آپ ہی اِمداد کرتے ہیں
دِلِ شوکتؔ کو بھی تسکین کا پیغام مِل جائے

اندھیروں میں کیا تھا روشنی کو عام نانک نے
بُجھی ہے تشنگی جس سے دِیا وہ جام نانک نے
گورو کے نام کا سارے جہاں میں بول بالا ہے
نئی طاقت عطا کی طاقتِ پرواز کو آ کر
دِیا تھا حوصلہ ڈُوبی ہُوئی آواز کو آ کر
بجائی کچھ عجب اِنداز سے نانک نے شہنائی
بڑے دربار کی کرتے رہے تھے آپ دربانی
گورو پر ناز کرتی ہے ابھی تک نسلِ اِنسانی
پِلایا آپ نے وحدانیت کا جام دُنیا کو
نِکھارا رنگ تھا آ کر گورو نے لالہ زاروں کا
پلٹ کر رکھ دِیا تھا رُخ طلاطم خیز دھاروں کا
نئی راہیں دِکھائیں اور نیا انداز سمجھایا
بتانے آئے اُس کو راہ جو گُمراہ منزل تھے!
کرم تھا اُن سے مائل وہ کرم کے ساتھ مائل تھے
مِٹا ڈالا جہاں سے ظلم اور بیداد کو آ کر
گئے مکّے مدینے اور کعبے کے داماں کو
سُنایا آپ نے فرمانِ رب ہر اِک اِنساں کو
مقدّس ہاتھ سے لِکھا نئی تحریر کو آ کر
یہاں پر ظلم کے خُوگر بڑی بیداد کرتے ہیں
تمہارا نام لے کر جو دِلوں کو شاد کرتے ہیں
بڑھی تشنہ ہی ہے اِک چھلکتا سا جام مِل جائے

سبکتگین کی آپ بیتی

نیکی کا پھل نیک ہوا کرتا ہے۔

میرے باپ کے بر زبان سدا یہ شعر رہا کرتا تھا "مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا"۔
اُن کی ہر وقت مجھ کو یہ نصیحت تھی کہ مردانگی اور دلاوری کا عمل کرنا ہی انسان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔
وہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ جو کام کرو، دلیر ہو کر کرو۔ شیر مرد ہو کر کرو۔ اور تم ہمیشہ سرفراز اور کامیاب ہو گے۔
اُن کا مقولہ تھا، کہ ہر فعل ہر کام میں دلیری سے رفاقت کرو۔ وہ ارشاد کیا کرتے تھے، کہ اگر کسی غریب پر رحم کرنا ہو، تو دلاوری کا پہلو لے کر رفاقت کرو، اگر کوئی روزگار کرنا ہو، تو جوانمرد ہو کر۔ اگر دشمن سے لڑنا ہو، تو موت کا خوف بھول کر مقابلہ کرو، اور تمہاری حشمت، عزت اور طاقت ترقی کرے گی۔

مَیں ابھی آٹھ نو سال ہی کا تھا، کہ ایک دفعہ ہمارا ایک نزدیکی رشتہ دار نوجوان مر گیا۔ اس کے ماتم میں تین چار دن تک ہمارے گھر میں کھانا کسی نے نہ پکایا۔ ہم نے گڑ شکر، چنا چبینا کھا کر بسر کیئے۔ جب بہت دن روٹی کی شکل دیکھے گذر چکے تھے۔ میری والدہ کی ایک سہیلی نے سب سے چھپا کر مجھ کو ایک روٹی دی۔ اور کان میں کہا، کہ باہر چلے جاؤ، اور کہیں بیٹھ کر کھا لینا۔ مَیں نے روٹی کو بغل میں دبا لیا، اور گھر سے دُور جا کر ایک جگہ کھانے بیٹھ گیا۔ ابھی ایک دو نوالے ہی کھائے تھے کہ ایک ضعیف العمر بڑھیا میرے پاس آ گئی۔ اُس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "بیٹا! میرے تین بچے چار پانچ دن سے بھوکے ہیں۔ مجھ کو اُنہوں نے نہایت پریشان کر رکھا ہے، اور کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ خدا کے واسطے یہ روٹی مجھ کو دے دو۔" گو میری بھی بھوک سے ازحد بُری حالت تھی۔ کیونکہ پیدائش سے اس دن تک مَیں نے ایسے فاقہ کے دن کبھی نہ دیکھے تھے۔ لیکن مَیں نے سوچا کہ باپ نے دلاوری اور مردانگی کا سبق پڑھایا تھا۔ اگر اس وقت مَیں نامرد ہو کر ایسا دلیری کا کام نہ کروں۔ تو لعنت ہے میری زندگی پر۔ چنانچہ مَیں نے وہ روٹی بڑھیا کو دے دی۔

اس بات کو گذرے چھ سال کا عرصہ ہوا، کہ ایک دن مَیں ایک کنوئیں کے پاس کھڑا تھا۔ ایک جوان عورت پانی نکال رہی تھی۔ پرلی طرف سے ایک سانڈ بیل بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا تین چار برس کا بچہ ڈر کر کنوئیں کے اندر گر گیا۔ عورت نے چند منٹ ہائے وائے کا شور و غل کیا۔ اور پھر جھٹ کنوئیں کے اندر بچے کے پیچھے گر پڑی۔ مَیں نے خیال کیا۔ کہ عورت ذات نے ایسی دلاوری کا کام کیا۔ مَیں ہی نامرد ہوں۔

چنانچہ اُسی وقت مَیں نے بھی کنوئیں میں اپنے آپ کو گرا دیا۔ مجھ سے پہلے جاتے ہی عورت نے بچے کو پکڑ لیا تھا۔ مگر پانی بہت گہرا تھا۔ وہ بھی غوطے کھانے لگی۔ مَیں نے جا کر اُس کا ہاتھ کنوئیں کی دِیوار سے لگا یا۔ حُسنِ تقدیر سے وہاں پر ایک موٹی سی جڑ کسی درخت کی پھُوٹ نکلی تھی۔ اُس کو مَیں نے مضبُوطی سے پکڑ لیا۔ اَب تو مَیں جڑ کے آسرے اَور عورت میرے سہارے سے پر بچے کو لیے ہُوئے آرام سے الگ رہی۔ اِتنے میں اُوپر سے کئی آدمی کنوئیں کے گرد جمع ہو گئے۔ اَور اُن لوگوں نے رسّہ وغیرہ ڈال کر آسُودگی سے ہم تینوں کو باہر نِکالا۔

اِس واقعہ کو ۲ دو سال ہو گئے، کہ میرے باپ نے رحلت کی، اَور مَیں واحد یتیم رہ گیا۔ میری ماں تین چار برس پہلے ہی فوت ہو چکی تھی۔ اب میری پُشت پناہ کوئی نہ رہا۔ جو کچھ گھر میں اثاثہ تھا۔ مَیں نے سب ۶ چھ سات ماہ میں کھا لیا۔ اُس وقت میرے پاس ایک گھوڑا اَور تین بکریاں تھیں۔ مَیں نے بکریاں فروخت کیں۔ اَور ایک عمدہ سا مضبُوط کپڑوں کا جوڑا تیار کرا لیا۔ گھوڑے پر خورجی ڈال لی۔ اور اُس میں ۲ دو ۳ تین سیر میٹھے چاول (خُشک کئے ہُوئے) سیر ڈیڑھ سیر کے قریب بادام اَور ایک سیر چھوہارے بھر لیے۔ اَور اپنے والد کی تلوار کمر میں باندھ کر نوکری کے لئے گھر سے چل نِکلا۔ چار دن رات سفر میں رہا۔ پانچویں دِن شام کے وقت جنگل میں ایک دریا کے کنارے آرام کے لئے گھوڑے سے اُترا۔ گھوڑے کو سبز گھاس میں چھوڑ دِیا۔ اَور خود ہاتھ مُنہ دھونے کو دریا پر آیا۔ ابھی مَیں نے صِرف ہاتھ ہی دھوئے تھے، کہ گھوڑے کو ایک شیر ببر نے آ کر پکڑ لیا۔ مَیں تلوار میان سے نِکال کر اُس کی طرف بھاگا۔ شیر نے دونوں ہاتھوں سے گھوڑے کو کمر سے پکڑ کر نیچے گرایا ہُوا تھا۔ مَیں نے قریب جا کر زور کی ایک تلوار شیر کے پیٹ پر ماری۔ تلوار کا ایسا گہرا وار پڑا کہ درمیان سے آدھا شکم شیر کا کٹ گیا۔ اَور اُس کی تمام انتڑیاں باہر نِکل پڑیں۔ ۱۰ دس ۱۵ پندرہ منٹ کے اَندر شیر اَور گھوڑا دونوں ٹھنڈے ہو گئے۔ (شیر کے پنجوں سے گھوڑے کا کام تمام ہو چُکا تھا) مَیں نے گھوڑے کی موت کا بے حد افسوس کیا۔ کہ ایسے جنگل بیابان میں میرا ایک ہی رفیق تھا۔ وہ بھی جاتا رہا۔ بعد ازاں تلوار کو دریا میں دھویا، اَور خود بھی ہاتھ مُنہ دھو کر نماز پڑھی۔ خُدا کا شکریہ ادا کیا، اَور خورجی سے چند بادام اَور چھوہارے اَور ۲ دو مُٹھی چاول نِکال کر کھائے، پانی پیا۔ اَور اِس خوف سے کہ رات کو کوئی جنگلی درندہ نیچے سوئے ہوئے کو ہضم نہ کر جائے۔ ایک درخت پر چڑھ کر سو گیا۔ علے الصباح اُٹھ کر خورجی کی تلاشی لی، تو صرف چار پانچ بادام اَور چھٹانک بھر چاول باقی تھے۔ غرضیکہ اب آئیندہ کے لئے پیٹ کا بھی فِکر پیدا ہُوا۔ کیونکہ یہ بھی مجھے معلوم نہ تھا، کہ کون سا شہر کتنے دِنوں کو مجھے مِلے گا۔ وہاں سے سیدھا جنوب کی طرف چل پڑا۔ سارا دِن سفر کیا۔ جب گھڑی دو گھڑی دِن باقی رہا۔ تو جنگل میں ایک ہرنی کو دیکھا۔ جو کہ ایک جھاڑ سے نِکل رہی تھی۔ کہ اِس کا بچہ ایک دو ماہ کا تھا۔ جھاڑ

میں پھنس کر رہ گیا۔ میں نے دوڑ کر بچے کو پکڑ لیا۔ میں دن بھر کا بھوکا تو تھا ہی۔ دل میں خوشی حاصل ہوئی۔ اب اس کو بھون کر کھاؤں گا۔ میں ہرنی کے بچے کی گردن پکڑے ہوئے ایک درخت کے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ ہرنی بے چاری ماتا کی ماری مجھ سے چند ہی گز پر چکر لگانے لگی۔ اس کی آنکھیں میری آنکھوں میں گڑ گئیں، اور نہایت مایوس ہو کر گویا مجھ سے التجا کرنے لگی، کہ میرا بے بس بچہ چھوڑ دو۔ مجھ کو یاد آیا۔ کہ والد نے فرمایا تھا کہ ایسے موقعہ پر ہی دلاوری کی آزمائش ہوتی ہے۔ اب میں اگر کم ظرف ہو کر اپنے پیٹ کا تنور بھرنے کو اپنی زبان کی چاٹ کے لالچ سے ہرنی کا معصوم اور بے گناہ بچہ ذبح کر کے کھا جاؤں، تو مجھ سا نالائق دوسرا کوئی انسان نہ ہوگا۔ لہٰذا میں نے وہ بچہ اسی وقت چھوڑ دیا۔ اور وہ اپنی ماں کے پاس جا کر اس کے ساتھ ساتھ چل نکلا۔ اس وقت ہرنی کا چہرہ نہایت خوش نظر آتا تھا۔ اور خیال ہوتا تھا کہ خداوند کریم مجھ کو اس رحم کا ضرور اجر دے گا۔ گویا ہرنی ہزار ہا دعائیں مجھ کو دیتی جا رہی تھی۔ اتنے میں اندھیرا ہو گیا۔ اور میں بالکل بھوکا ہی ایک تناور درخت پر چڑھ کر سو گیا۔ صرف چند ساعت رات باقی تھی، کہ مجھ کو خواب آیا۔ کہ ایک سفید پوش خضر صورت بزرگ میری پشت پر رحمت اور شفقت کا ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس نے فرمایا کہ خدائے قدیر تجھ پر از حد مہربان ہوا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ تو نے ہرنی کا بے کس بچہ چھوڑ دیا ہے۔ اس کے عوض تجھ کو بہت جلد بادشاہ بنایا جاوے گا۔ خوشی سے میرے آنسو نکل پڑے، اور میری آنکھ کھل گئی۔ اتنے میں شفق پھول آئی۔ اور میں شجر سے نیچے اتر کر اپنی خورجی کندھے پر ڈالے ہوئے آگے کو چل نکلا۔ ابھی مشکل سے میل آدھ میل سفر کیا تھا۔ کہ بیس پچیس سوار نظر آئے، اور وہ سب کے سب ڈاکو تھے۔ ان کے سردار نے للکارا کہ ادھر آ جا۔ تو کون ہے؟ جو ایسے خوفناک جنگل میں تن تنہا سفر کر رہا ہے۔ اگر اپنی زندگی کو عزیز سمجھتا ہے۔ تو اپنا تمام مال و اسباب ہمارے حوالے کر دے۔ ورنہ ابھی تن سے سر جدا کر دیا جائے گا۔ میرے پاس جو کچھ سرمایہ تھا۔ آپ کو معلوم ہی ہے۔ مگر میں نے خود بخود نامردوں کی طرح ڈاکوؤں کا تابعدار بن جانا دلاوری کے خلاف سمجھا۔ اور اپنی مفلسی کا اظہار کرنا اپنی ہتک خیال کی۔ اور میں نے باآواز بلند کہا۔ کہ ہم ایسے ویسے بزدل انسانوں کی طرح نہیں ہیں۔ اگر تم لڑائی کرنا چاہو، تو یہاں بھی کچھ دیر نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی سردار ڈاکو نے ہلہ بول دیا۔ میں ایک درخت کی آڑ لے کر تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور جو شخص میرے قریب آتا تھا۔ اس پر وار کرتا تھا۔ تو دس آدمی میرے ہاتھ سے مجروح ہو کر گھوڑوں سے گر گئے۔ دو آدمی اسی جگہ مرے۔ باقی زخمی لوگوں کو اٹھا کر دور لے گئے، اور سردار نے ساتھیوں سے کہا۔ کہ گھوڑوں سے اتر کر سب آدمی ایک ہی دفعہ اس شخص پر کود پڑو اور گرفتار کر لو۔ چنانچہ ان کی یہ حکمت کارگر ہوئی، اور مجھ کو فوراً پکڑ لیا گیا۔ ان کے نیزوں اور تلواروں سے مجھ کو بھی کئی درجن زخم آ چکے تھے۔ سردار ڈاکو نے حکم دیا۔ کہ اس کو آرام سے مکان پر لے جاؤ، اور مرہم پٹی سے تندرست کر کے ہمارے پاس لانا۔ یہ دلاور اور جوانمرد آدمی ہے۔ ہم اس کو اپنا ساتھی بنا لیں گے۔

مجھ کو وہ لوگ ایک گھنے جنگل میں لے گئے اور وہاں ایک عالیشان مکان میں لے جاکر میرا اچھی طرح معالجہ شروع کیا۔ اور شب و روز دودھ گھی سے خوب عمدہ تواضع کی۔ دس بارہ دن کے اندر میں چالاک و چست ہو گیا۔ پھر مجھ کو اس سردار کے پاس لائے۔ اس وقت اس کے پاس سو سوا سو کے قریب ماتحت، قزاق موجود تھے۔ میں نخوت سے اکڑ کر روبرو جاکر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکوؤں کا مالک بولا۔ اے شخص تو نے ہمارے دو آدمی قتل کر دیئے۔ چھ سات کو زخمی کیا۔ پھر بھی ہم نے تم سے رعائیت کی ہے۔ تمہاری خاطر و مدارت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اب تم کو چاہیئے، کہ ہمارے ساتھ ہمیشہ کے لئے دوست بن کر کام کرو۔ میں نے کہا۔ اگر مجھ کو تم پکڑتے وقت ہی قتل کر دیتے۔ تو مجھ کو زندگی کی خواہش نہ تھی۔ مگر آپ نے میری دوائی اور ہر طرح کی تواضع کرائی۔ اس کے صلہ میں آپ کا میں نہایت مشکور ہوں۔ مگر یہ ناپاک کام یعنی چوری اور ڈاکہ زنی کا میرے نزدیک ازحد گرا ہوا کام ہے۔ لہذا میں ہرگز ہرگز ایسے موذی کام میں آپ کا معاون اور رفیق بننا نہیں چاہتا۔ بلکہ جہاں تک میرا داؤ لگے گا۔ میں تم لوگوں کو ایسے کام کرتے ہوئے تہ تیغ کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔ ڈاکو نے کہا۔ ہم نے تو پکڑ کر بھی غلطی کی۔ اول تو تمہارے پاس کچھ مال ہی نہ تھا۔ ہم نے تم سے لڑنا ہی نہ تھا۔ (اگر تم اپنی ناداری کا ذکر کرتے) اب چونکہ ہمارے ساتھی بھی تمہارے ہاتھ سے نقصان ہوئے ہیں، اور تمہارے پاس سے بھی ہم کو کچھ ہاتھ نہیں لگا، اور تم ہمارے پاس رہ کر دشمنی کا ہی خیال رکھتے ہو۔ اس واسطے ہم تم کو چند یوم قید رکھیں گے۔ اور کسی شہر میں لے جاکر بیچ کر تمہارا خاطر خواہ دام کھرا کریں۔ اور تم مغروری کے عوض تمام عمر غلامی کی تکالیف میں رہو گے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے شاگردوں سے اشارہ کیا، اور آن واحد میں ان لوگوں نے مجھے پا بزنجیر کر لیا۔

اس کے بعد وہ لوگ مجھ کو ہر وقت ایک کوٹھڑی میں مقفل رکھنے لگے، اور میری خوراک بھی ایسی ویسی ہی مقرر ہوئی۔ لیکن یہ خیال ہر وقت ان کے ذہن میں رہتا تھا۔ کہ یہ شخص موٹا تازہ ضرور رہے۔ تاکہ اس کے دام کم نہ ملیں۔

برابر ڈیڑھ مہینہ ان کے جاسوس سوداگر کی تلاش کرتے رہے۔ آخر ان کو ایک سوداگر ملا۔ جو ہمیشہ غلاموں کی ہی خرید و فروخت کا بیوپار کیا کرتا تھا۔ وہ بلقان کے علاقے سے آرہا تھا۔ کہ راستہ میں ان ڈاکوؤں نے مجھ کو اس کے ہاتھ کئی سو روپیہ لے کر بیعہ کر دیا۔ اس سوداگر نے مجھے تین چار ہفتہ اچھی پرورش کر کے فربہ کیا۔ بعد ازاں عمدہ لباس پہنا کر شہر غزنی میں لایا۔ میری شکل و صورت پسندیدہ تھی۔ اس وقت میری عمر ۱۸۔۱۹ سال بڑی مشکل سے ہو گی۔ میرا شہرہ تمام شہر میں پھیل گیا۔ اور جب بادشاہ غزنی نے سنا۔ اس نے سوداگر کو بلا کر میرے منہ مانگے دام دیئے۔ اور مجھے اپنی خدمت میں لے لیا۔ اور ایک دن اسی میرے آقا سلطان الپتگین نے مجھ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اور خدا کا وعدہ سچا ہوا۔ (سبکتگین)

دہلی میں جنتا انتظامیہ

نمایاں کامیابیاں

دیہی ترقی :-

- ۳ء۴۵ کروڑ روپے کے تقاوی قرضوں کی تقسیم
- پینے کے پانی کی اسکیم کیلئے ۲۴ء۰ لاکھ روپے
- ۹۲ ٹیوب ویل کنکشن دیئے گئے۔ ۵۰۰ جلد دیئے جائیں گے۔

ہریجن بہبود :-

- ہریجنوں کے لئے ۵۰ء۶ لاکھ روپے کے وظائف
- ہریجنوں کو مکان بنانے کے لئے ۴۳ء۵۰ لاکھ روپے کی مالی امداد۔
- ہریجن طلبہ وطالبات کے لئے ہوسٹل، رہائش وخوراک مفت۔

مزدور بہبود :-

- مزدور طبقہ کے ٹریڈ یونین عہدیداروں کی بحالی
- صنعتی امن - پیداوار میں اضافہ۔
- ورکروں کی شکایتوں کے فوری ازالے کا بندوبست
- ورکروں کیلئے تفریحات کے مواقع میں اضافہ۔

مزدور بہبود سینٹروں کا قیام۔

تعلیم :-

- ۱۲۵۰۰ طلبہ کے لئے ٹیکنیکی تعلیم وتربیت
- غریب طلبہ وطالبات کیلئے مفت درسی کتابیں
- ۷۳ء۶۵ لاکھ روپے کے وظائف۔
- ۱۰۰۰ تعلیم بالغان کے سینٹروں کا قیام۔

طبابت :-

- شاہدرہ اور ہری نگر میں ۵۰۰-۵۰۰ بستروں والے دو اسپتالوں کی تعمیر پہ ۲۲ کروڑ روپے کا صرفہ۔
- آنکھوں کے جدید اسپتال کی تعمیر پہ ایک کروڑ روپے کا صرفہ
- دیہی علاقوں کیلئے ۱۰۰-۱۰۰ بستروں والے سات اسپتال اور ۱۸ ڈسپنسریاں۔

صنعت :-

- غیر منظور شدہ علاقوں میں ۴۴۰۰۰ صنعتی اکائیوں کیلئے لائسنس۔
- ۵ء۲۴ کروڑ روپے کی لاگت سے ٹول روم اور تربیتی مرکزوں کی تعمیر۔
- نریلہ میں ۶۲۰ ایکڑ رقبہ میں صنعتی بستی کی اسکیم تیار۔
- ۲۸ کمیونٹی ڈیولپمنٹ سینٹر ۵۶۰۰ لوگوں کو روزگار۔

رہائشی مکانات کا انتظام :-

- رہائشی مکانات کی تعمیر کے لئے ہاؤسنگ بورڈ بنانے کا فیصلہ۔
- ہر سال ایک لاکھ مکانات تعمیر کرنے کا نشانہ۔
- نوآباد کالونیوں میں بجلی کے کنکشن اور دیگر شہری سہولتیں۔

چار سالوں میں مکمل نشہ بندی

اس سمت میں پہلے مرحلے کا آغاز

جاری کردہ :- محکمہ اطلاعات واشاعت - دلی انتظامیہ دلی

پربھو کرپا

از۔ شری پرمانند جی ایم اے

پربھو کرپا کیا ہے؟ پربھو کرپا کا پاتر کون ہے اور پربھو کرپا کے پاتر کو کیا آپ لبدھ ہوتا ہے؟
اس پر وچار کرنا ہر جیو ماتر کا پرم کرتویہ ہے۔ گورو ارجن دیو مہاراج کی آگیا ہے۔

سادھ سنگ مل کرو آنند ۔ گن گاؤ پربھ پرمانند
رام نام تت کرو بچار ۔ دُرلبھ دیہہ کا کرو سدھار

پربھو کرپا پرماتما کا اپنے بھگت جن سے سنیہہ، پریم، پیار اور پریتی ہی ہے اور اس کا پاتر وہی ہے۔ جس کو اس پربھو سے سنیہہ، پریم، پیار اور پریتی ہو۔ یا یوں کہو کہ اس کا پاتر وہ بھاگ شالی پرش ہے۔ جس کا ہردیہ پربھو نام سے شرابور اور پربھو پریم سے گدگد ہو۔ جس کے ہردیہ سے پریم کی گنگا پھوٹ پھوٹ کر بہے۔ جس کے روم روم میں رام نام کی دھنی سدا کال ہی گونج رہی ہو۔ ایسا مہاتو بھاؤ جگت میں نتیہ روپ سے دھنونت اور پتونت کیا، جیون مکت ہی دکھبات ہے۔ جیسا کہ شری گورو مہاراج کا وچن ہے۔

اوہ دھنونت اوہ پتونت ۔ جیون مکت جس ردے بھگونت

یہ پرسدھ ہی ہے کہ پربھو سنیہی کے لئے جگت میں کوئی کاریہ اسمبھو نہیں۔ ایسے بھگوانوں کے لئے تو شری کرشن بھگوان نے شری گیتا جی میں پرتگیا کی ہے۔ کہ ان کے یوگ اور کھیم کے سوامی وہ سوینگ آپ ہی ہیں۔ شاستر کاروں نے بھی کتھن کیا ہے۔

موکنگ کروتی واچالنگ ۔ پنگنگ لنگھیتے گریم
یت کرپا تم ہنگ بندے ۔ پرمانند مادھوم

جس جن پر آنند کے پُنج دھام اور مایا کے ادھی پتی (مادھو) کی کرپا ہو۔ وہ اگر گونگا بھی ہو، تو وہ بہت سندر بولنے والا ہو جاتا ہے۔ وہ لنگڑا ہو، تو اس قدر شکتیمان ہو جاتا ہے کہ وہ دُرگم پربت کے شکھر پر چڑھ جاتا ہے۔ گوسائیں تلسی داس جی نے بھی اس وشے پر ایسا ہی کہا ہے۔

موک ہوئے واچال ۔ پنگو چڑھئی گرور گہن
جاسو کرپا سو دیال ۔ دور وسکل کل مل دہن

راگ گوڑی سُکھ منی میں بھی اِسی وِشے کو گورو ارجن دیو جی نے ادھک دِشیشتا سے ورنن کیا ہے۔

سُن اندھا کیسے مارگ پاوے ۔ کر گہہ لیہہ اور نبھاوے
کہاں بُجھارت بُوجھے ڈورا ۔ نِس کہیئے تو سمجھے بھورا
کہاں بِشن پد گاوے گُنگ ۔ جتن کرے تو بھی سُر بھنگ
کر پنگل پربت پر بھَون ۔ نہیں ہت اُدھا اُس گون
کرتار کرونا مَے دِین بنتی کرے ۔ نانک تُمری کِرپا ترے

ایسے ہی راگ بلاول محلہ ۵ میں مہاراج نے کتھن کیا ہے:۔

پِنگل پربت پار پرے کھل چتر بکیتا
اندھلے ترِبھوں سُوجھیا گور بھیٹ پُنیتا

اُپروکت بچنوں سے وِدت ہوگا، کہ پربھو کِرپا کا ادھیکاری کیول وُہی سرلیشٹ پُرش ہے۔ جسے چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، ہنستے کھیلتے سوائے رام نام کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ سوانس سوانس میں گراس گراس میں، رُوم رُوم میں رام رام ہی پرگٹ ہو رہا ہے۔ ایسے مہاپرشوں کے پربھو آپ انگ سنگ سہائی ہی ہو رہے ہیں۔ پربھو پریمیوں سے پرارتھنا ہے کہ اُن میں پربھو کرپا کی مانگ بنی رہے۔ کوئی سمے ویرتھ ہی کیوں جائے۔ پھر تو پربھو کرپا کے پریم پاتر بننے میں کوئی وِلمبھ ہی کیوں ہو۔ چاروں اور سے پربھو کرپا کی امرت ورشا ہوتی ہی رہے گی۔

پربھو کرپا ! پربھو کرپا !! پربھو کرپا !!!

از شری لکشمی چند جی گرد ور شاہد

نقشِ خودی:۔
لوحِ دل سے مٹے میرے نقشِ خودی ؛ ذاتِ اقدس سے ہو شاہد آگہی
لذتِ وصل سے ہُوؤں لُطف اندوز ؛ بارگاہ تیری میں ہے بس غرض یہی

بے غرض کام:۔
واجب ہے اِنسان بے غرض کام کرے ؛ کارِ خیر کبھی نہ طشت از بام کرے
ہاتھ کو ہاتھ سے خبر نہ ہونے پائے ؛ جُود کا جو نہی شاہد اہتمام کرے

ذاتِ اقدس:۔
دُور اور نزدیک ذات پاک تیری ؛ شانِ یزدی ہے یہ ہفت افلاک تیری
ذرّے ذرّے میں ہی تو سمایا ہے ؛ پہنچ سکتا ہے کون ؟ گرد و خاک تیری

عتابِ ہادی:۔
خوش نصیبی ہے میری، شدّتِ عتاب تیری ؛ فال نیک ہے، تیاز درِ باریاب تیری
واجب ہے شاہد تو سرِ نیاز جھکا دے ؛ حقّا ہے تاب کس کی ؟ جو لائے تاب تیری

تقوائے رحمت:۔
اے مالکِ کُل بے نور ہُوں میں۔ بے بضاعت و بے آسرا ہُوں میں
تقوائے ہے شاہد تیری رحمت کا ؛ گو عاصی بے پناہ ہُوں میں

زندگی کیا ہے؟

از قلم۔ شری ساؤل شاہ

- ہم کبھی بھی زندگی نہیں گذارتے۔ بلکہ زندگی گذارنے کے لئے اُمید میں رہتے ہیں۔
- زندگی ایک مسئلہ ہے، جو ابتداء سے آخر تک نہ سُلجھ سکنے والے عُقدہ کی طرح ہمیشہ اُلجھا ہی رہتا ہے۔ ہے جتنی بڑھتی ہے اُتنی گھٹتی ہے زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے۔
- لاشعور بچپن ابتداء سے زندگی میں مسکراتا ہے۔
- رنگ و بُو میں مدہوش جوانی مسکرا کر پوچھتی ہے۔ کیا یہی زندگی ہے؟ بے بسی و لاچاری سے تھر تھراتا ہُوا بڑھاپا سنجیدگی سے کہتا ہے۔ زندگی کیا ہے؟ افسوس مَیں سمجھ نہ سکا۔!!
- جوانی کہتی ہے یہ زندگی، رنگین پھولوں سے لدی ہوئی پُر بہار ڈالی ہے۔ ناچو، گاؤ، موج اُڑاؤ۔ مسرت و خوشی کا دُوسرا نام زندگی ہے۔
- بڑھاپا کہتا ہے۔ زندگی کی حقیقت موت سے دوچار ہونا ہے۔ زندگی ایک عورت ہے جو قلب اِنسانی کو اپنا دوست تو بنا سکتی ہے۔ لیکن شوہر نہیں۔
- عورت کہتی ہے زندگی ایک مستقل جھگڑا ہے۔ مَیں جب بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی۔ اور جب ساس بنی تو بہو اچھی نہ ملی۔
- مزدور کہتا ہے۔ زندگی میں جس آدمی کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے کسی دُوسرے کو خوش رکھنا ضروری ہو، وہ کیسے خوش رہ سکتا ہے۔ مَیں زندگی کو سوائے مشقت و محنت کے کچھ نہیں سمجھتا۔
- سرمایہ دار کہتا ہے زندگی دولت اور قوت کا نام ہے۔ دولت مند کیا نہیں کر سکتا۔ دولت ہی زندگی ہے۔ کھاؤ پیئو، موج اُڑاؤ۔
- سادھو کہتا ہے۔ زندگی میں آرام و راحت کا خواہشمند ہونا بے وقوفی کی علامت ہے۔

کونسا تنکا بجھا دے گا کیسے معلوم ہے
زندگی اِک شمع روشن ہے ہوا کے سامنے

جذبۂ محبّت

شری ساںول شاہ

- محبّت ایک دوسرے کو دیکھنے کا نام نہیں، بلکہ دونوں کا ایک ہی سمت میں دیکھنے کا نام محبّت ہے۔
- اگر محبّت نہ ہوتی تو دُنیا میں قُربانی اور آرٹ کی راہیں مسدود ہو جاتیں۔
- محبّت کے حسین خواب زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔
- محبّت موت سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔
- محبّت ایک رُوحانی آگ ہے۔
- محبّت یکطرفہ کبھی نہیں ہوتی، اگر ہو، تو وہ محبّت نہیں دیوانگی ہے۔
- جس رُوح نے محبّت کی زندگی گذاری، وہ موت آنے پر بھی سینہ تان کر بغلگیر ہوتی ہے۔
- وہ شخص آپ سے محبّت نہیں کر سکتا ہے۔ جس سے آپ محبّت نہیں کرتے۔
- محبّت آنسوؤں سے اور آنسو محبّت سے اپنی پیاس بُجھاتے ہیں۔

علم و عقل

- عقل سے علم حاصل ہو سکتا ہے، علم سے عقل نہیں۔
- عقل صاحب عقل کو شہر کے دس حاکموں سے زیادہ زور آور بنا دیتی ہے۔
- عقلمندوں کی باتیں جو آہستگی [illegible] کہی جاتی ہیں۔ احمقوں کے شور سے زیادہ سُنی جاتی ہیں۔
- جو شخص تلاشِ علم میں ہے، وہ [illegible]مند ہے۔ جس نے سمجھا کہ میں سب کچھ جان گیا ہُوں۔ وہ بے عقل جاہل ہے۔
- عقلمند سے ایک گھنٹہ کی گُفتگو دس برس کے مُطالعہ سے زیادہ ہوتی ہے۔

فلسفۂ حیات

زندگی آغازِ موت

شری ساؤنل شاہ تاراگڑھی

ایک بُوڑھے نے کہا :- توبہ کرتا ہُوں لیکن بہت دیر سے آیا ہُوں۔
پیغمبر نے کہا :- موت سے پہلے آجانا۔ دیر نہیں ہے۔

؎ زندگی دیکھتی نہیں مُڑکر - مرنے والے تو روز مرتے ہیں

میرے پیارے! تیرے ہِت کے لئے مَیں بھید بھری باتیں تجھے بتاتا ہُوں۔ جسے محسُوس تو کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ابھیاس کے بِنا دیکھنا، بیان کرنا اور اپنی مرضی کے تابع کرنا نہیں ہو سکتا۔

ہمارے جسم میں سے ہماری اپنی شکل و صُورت کے ہزاروں اجسام جسم کے ہر فعل کے ساتھ پُورا ہو کر اندرُونی و بیرُونی نظامِ جسمانی کو برقرار رکھنے اور زندگی کے تقاضوں کو پُورا کرنے میں مصرُوف رہتے ہیں۔
فنا و بقا کا گردشی دَور اپنی خاکی اور نُوری اجسام کے رد و بدل کے دائروں میں بندھا ہُوا ہے۔

ہمارا بیرُونی جسم مادی اجزاء سے باندھا ڈھانچہ جو خُود کسی قِسم کی محرکانہ قوّت (کرم شکتی) نہیں رکھتا۔ اندرُونی جسم یعنی سُوکھشم شریر جیسی تحریک (بھاونا) پیدا کرتا ہے۔ بیرُونی جسم میں ویسی ہی حرکات پیدا ہوتی ہیں۔ گویا دیکھنا، سُننا، پکڑنا، بولنا، ہنسنا، رونا وغیرہ تمام حرکات کر سکنا اندرُونی جسم کے تحت ہے۔ زیادہ واضح طور پر یہ سمجھئے کہ ہمارا بیرُونی جسم، اندرُونی جسم کا ہی عکس ہے۔ اندرُونی جسم کے نقش و نگار کا نمونہ ہے۔

جسمانی پُتلے - ہم جہاں بیٹھتے، لیٹتے اور چلتے پھرتے ہیں۔ لیٹنے، بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی جگہوں پر ہمارے شُدّھ سروپ کا ایک نُوری خاکہ، ہمارے جگہ چھوڑ دینے پر بھی موجود رہتا ہے۔ اس کی نُوری خاکہ ہماری جگہ چھوڑ دینے پر بھی موجود رہتا ہے۔ اُس نُوری خاکے (پُتلے) کے نقش و نگار، حرکات و سکنات سو فیصدی ہمارے جسم کے مُطابق ہوتی ہیں۔ مثلاً
آپ ایک کُرسی پر بیٹھے تھے۔ ایک خاص ڈھنگ سے اگر آپ کچھ عرصہ تک جم کر بیٹھنے کے بعد اُٹھ گئے۔ تو وُہی خاص ڈھنگ اختیار کرتے ہُوئے آپ کے جسم کا عکسِ لطیف وہاں موجُود رہے گا۔ یہ عکس لطیف یا سُوکھشم پُتلا چوبیس (۲۴) گھنٹے وہاں رہے گا۔ اور تب وہاں سے اپنے منبع یعنی نتیستی جسم میں آ مِل جاتا [illegible] تاہم [illegible] پُتلے کے جگہ چھوڑ رہے [illegible]

جانے پر بھی اُس پُتلے میں سے نکل کر اُس کا سوکھشم عکس وہاں موجود رہے گا۔ اور یہ سلسلہ تا ابد (جب تک پرلے نہیں ہوتی) اسی طرح چلتا رہے گا۔

آواز کے پُتلے :۔ ہم جب بات کرتے ہیں۔ تو ہمارے جسمانی اعضاء میں ایک خاص قسم کا ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ جسم میں موجود پران دھارا آواز کی شکل میں باہر نکل کر بہتی ہے۔ اور ہر لمحے کے بعد آواز کی لہریں ہماری شکل وصُورت اختیار کرکے گرداب آسمانی میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جو کوئی جو کچھ بولتا ہے۔ اُس کی آواز کے ساتھ اُس کے سوکھشم پُتلے شامل ہو کر سُننے والے چھُوتے ہیں۔ ہماری آواز آسمانی مخزن میں تا ابد قائم رہے گی۔ اور جب کوئی، جہاں بھی اِس موضوع پر بات کرنے کا جذبہ یا رُچی پیدا کرے گا۔ اُن کے اندر داخل ہو کر ہماری آواز کے پُتلے اُس کی آواز کو بڑھاوا دیتے اور اُس کو اِلفاظ کا تسلسل قائم رکھنے میں اِمداد پہنچانے کا کام کریں گے۔

پیارے بھیا! اگر ہماری بانی اور شریر کے پُتلے مکمّل نہ ہوتے۔ یعنی ہماری شکل وصُورت کا عکسِ لطیف اِن کے ساتھ موجود نہ ہوتا، تو نہ کسی کو ہماری یاد آتی، نہ تصوّر و سُپن میں صُورت و آواز کا احساس ہوتا۔ گویا پیدائش سے موت تک عرصۂ زندگی میں اِنسان جو جو فعل کرتا، ہوچتا بولتا اور جہاں جہاں آتا جاتا ہے۔ ہر موقعہ پر اِنسانی جسم میں سے سُوکھشم پُتلے نکل کر اُس کی ہستی کا احساس قائم رکھتے اور تسلسل بنائے رکھتے ہیں۔

جیون چکر پُورا ہونے پر جب اعضاؤں کی قوّت کمزور ہونے لگتی ہے، تب اندرونی اور بیرُونی اجسام میں موت کی رُچی پیدا ہوتی ہے اور جسم میں جمع شُدہ عناصری اِجزاء (تتو یا مہا بھوت) بگڑنے لگتے ہیں۔ جن اجزاء کے ملاپ سے جسم مکمل کہلاتا تھا۔ وہ اپنی جگہ چھوڑنے لگ جاتے ہیں۔ گویا وہ دیوتا جنھوں نے اِس شریر کی رچنا کرکے اپنا اپنا مقام سنبھال کر اننت پُرش کی ارادھنا کرکے جسم میں پرویش کرنے کی پرارتھنا کی تھی اور جو اُس اننت پُرش کے پرکاش سے پرکاش مان ہو کر (شکتی پراپت کرکے) اُس کی سیوا کا کام کرتے رہے تھے۔ اب اپنا اپنا مقام چھوڑ کر واپس اپنے اپنے منبع میں جا ملنے کے لئے بیتاب ہوئے جا رہے تھے۔

جیسا آپ جانتے ہیں۔ عناصری اجزا، جنھیں تتو، مہا بھُوت اور دیوتا کہا جاتا ہے۔ پانچ ہیں۔ اِن کی کمی یا جگہ چھوڑنے کا احساس کیونکر ہوتا ہے۔ اِس کا احوال سُنئے :۔

آکاش تتو :۔ جس شخص کو کان بند کرنے پر اپنے اندر کی آواز سُنائی نہ دے تو سمجھیے کہ آکاش تتو [illegible] چھوڑ رہا ہے۔

وایو تتو :۔ جس شخص کا سانس نتھنوں کا راستہ چھوڑ دے، اور مُنہ کے راستہ خارج ہونے لگے، تو آکاش تتو نا[illegible]

اگنی تتو:۔ رات کو آگ دیکھ کر اگر خوفزدہ ہو جاتا ہے، یا آگ کی گرمی کا احساس نہ ہو تو اگنی تتو کی کمی جاننا چاہیئے۔

جل تتو:۔ نہاتے وقت جس کے سینے کا پانی سوکھ جائے، اور پیاس شدت سے محسوس ہو۔ جل تتو کی کمی کے باعث سمجھئے۔

پرتھوی تتو:۔ جس شخص کو دیپک کے بجھنے کی بو نیز کسی قسم کی خوشبو یا بدبو کا احساس موجود نہیں رہتا، تو سمجھنا چاہیئے کہ پرتھوی اپنی جگہ چھوڑ رہا ہے۔

اسی طرح جب شریر میں چندر آکار نہ رہے، تو باہری نظام میں منش کو چندرماں کے گرد آکاری عکس دکھائی دینا بند ہو جاتا ہے۔ سوریہ آکار نہ رہنے پر آنکھیں بند کرنے پر روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ تب ایسا منش......

آکاش تتو کے نہ رہنے پر دو سال کے اندر اندر موت ہو جاتی ہے۔ وائیو تتو کے نہ رہنے پر بھی دو سال میں وہ موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ جل تتو کمزور ہونے پر چھ ماہ کے اندر اور پرتھوی تتو نہ رہنے پر دو ماہ میں موت ہونا نشچت بات ہے۔

موت کی آمد کی خبر دوسرے ذرائع سے بھی لگ سکتی ہے۔ دونوں کان جھک جائیں، نیز بائیں آنکھ سے بلا وجہ پانی بہنے لگے، تو انسان چار ماہ کے اندر مرتیو کا شکار ہو جاتا ہے۔

جس کی نظر اچھی طرح نہ ٹکتی ہو، جلد جسم کا رنگ لال ہو گیا ہو۔ چہرے کی رونق ختم ہو کر رنگ خاکی ہو جائے، تو ایسا آدمی چند دنوں میں مر جاتا ہے۔

جب کسی کی مرتیو کا وقت قریب ہو، تو اس کے جنم بھر کے کیے ہوئے کرموں، خواہشوں وغیرہ کی ریکارڈ کی گئی جسمانی رُچی سنسکار مالا الٹی چلنے لگتی ہے اور اسے پہلے کیے ہوئے اچھے یا برے کام، لوگوں سے تعلقات و جیون بھر کے کارنامے یاد آنے لگتے ہیں۔

وہ سوکشم پتلے جنہیں اس نے لیٹنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور آنے جانے کی جگہوں پر چھوڑا ہوتا ہے۔ موت سے پہلے بڑی تیزی سے اپنے منبع میں آ ملنے کے لئے واپس لوٹنے لگتے ہیں۔ کئی لوگوں کی اوستھا میں یہ سنسکارک مشین ریکارڈ کو الٹا چلانا چند ماہ پہلے شروع کر دیتی ہے۔ اور کئی ایک کی حالت میں چند دن پہلے یہ کام شروع ہوتا ہے۔

ایسا انسان اپنی زندگی کے متعلق مختلف واقعات بیان کرتا، غور کرتا اور سوچتا ہوا سارے جیون کا احوال جانچتا ہے۔

موت سے پہلے اکثر پتلوں کی واپسی کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ اور شریر کا ناطہ شریر سے سمٹ جاتا ہے۔ یعنی سوکشم شریر باہر شریر سے الگ ہوتا ہوا اپنا وجود مکمل کر لیتا ہے۔ تاہم

بعض انسانوں کے پاپ کرموں کی کثرت کی وجہ سے شریک کشش کمزور ہونے سے تمامتر سوکھشم پتلے واپس نہیں لوٹا سکتی۔ ایسا آدمی موت آنے سے کئی دن پہلے ایڑیاں رگڑتا، چیختا اور بھاری روگ بھوگ کر مرتا ہے۔
لیکن جب منش کے سوکھشم پتلے بالکل ہی واپس نہیں لوٹتے، وہ اپنا سوکھشم شریر مکمل نہیں کر پاتا۔ نامکمل شریر بنیا خاکی ڈھانچہ یعنی جڑ جسم حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے بنا جڑ جسم بھوت پریت بنکر بھٹکتا ہوا گزرتا ہے۔

اسرارِ معرفت (مسلسل) قسط ۳

شری لال دیال جی مہاراج

سوال و جواب مابین شاہزادہ دارا شکوہ

سوال	جواب
فقیر کی جلاکی کس میں ہے؟	شہوت اور غضب کی سستی کرنے میں۔
فقیر کے کمالات کیا ہیں؟	اپنی خودی اور خود پرستی کو ترک کر دینا۔
فقیر کے حال کی خوبی کس میں ہے؟	خدا کے سوائے جو اور قسم کی گفتگو ہے۔ اس سے فارغ ہو جاتے ہیں۔
فقیر کا خیال کیا ہونا چاہیئے؟	غیر خواہش کا چھوڑنا۔
فقیر پر محال کیا چیز ہے؟	کسی کے وبال اور ظلم پر راضی نہ ہونا۔
فقیر کا وصال کیا ہے؟	اپنے آپ کو بھول جانا۔
فقیر کی آئین کیسی ہوتی ہے؟	غیر کا مزاحم نہیں ہوتا۔ اور اپنے آپ کو اس پر مستقل رکھتا ہے۔
فقیر کا دین کیا ہونا ہے؟	کم آزار ہونا، بلکہ آزار کو مطلق روا نہ رکھنا (دکھ نہ دینا)
فقیر کا جامہ کیا ہے؟	اپنے آپ کو چھپانا۔
فقیر کا ننگا رہنا بہتر ہے یا کپڑا پہننا یا پلنگ کا چڑا پہنے؟	شرمگاہ کا ڈھانپنا اہلِ ہوش کے واسطے لازم ہے۔ اور جو لوگ مجذوب ہیں، وہ معذور ہیں۔ سالک

سوال	جواب
	آدمی کو خدا کی آشنائی مطلوب ہوتی ہے۔ اور یہ جبہ اور کلاہ پر موقوف نہیں۔
○ فقیر کی ہوشیاری کس میں ہے؟	○ لوگوں کی دلبری اور دلداری ہیں۔
○ فقیر کا شعار اور لباس کیا ہونا چاہیئے؟	○ راستہ دکھلانا اور راز دار ہونا۔
○ عبادت کس طرح سے صورت پکڑتی ہے؟	○ ریاضت میں ثابت ہونے سے۔
○ ریاضت کس سے مضبوط ہوتی ہے؟	○ کم بولنے اور کردار زیادہ کرنے سے۔
○ کردار کیا ہے؟	○ مُرشد کے طریق پر چلنا۔
○ فقیر کا آزار کس چیز میں ہے؟	○ دُنیا اور دُنیا دار کی یاری ہیں۔
○ فقیر کا رنج کیا ہے؟	○ کرامت کا ظاہر کرنا۔
○ فقیر کی راحت کس میں ہے؟	○ سلامتی کے راستے ہیں۔
○ فقیر کی سلامتی کس میں ہے؟	○ ملامت کو درست رکھنے ہیں۔
○ فقیر کے علم کیا ہیں؟	○ کیمیا اور نجوم سے فارغ ہونا۔
○ فقیر کے پاس دردمندوں کی دوا کونسی ہے؟	دُعا۔
○ دُعا کس طرح قبول ہوتی ہے؟	○ خدا کا ورد اور اس کی ثنا کرنے سے قبول ہوتی ہے اور ان سے اپنی حاجت مانگنے اور اپنے آپ کو آراستہ کرنے سے قبول بارگاہِ الٰہی سے ہوتے ہیں۔

دُوسری مجلس: لاہور کے نواح سرائے نورمحل کے بادشاہی باغ میں

سوال	جواب
○ فقیر کی خوش طبعی کس میں ہے؟	○ تصوف (برہم گیان) کے ہر ایک سوال میں
○ فقیر کا مطلب کس طرح پورا ہوتا ہے؟	○ مطلب نہ رکھنے سے۔
○ طالب آدمی مطلوب کب بن جاتا ہے؟	○ جب خدا کی خاص طلب کرتا ہے۔
○ خدا کی خاص طلب کا کیا نشان ہے؟	○ مُرشد کے ساتھ باخلاص ہونا۔
○ فقیر کو سوال کرنا جائز ہے یا نہیں؟	○ اگر ضرورت ہو، اور کسی کے درد کے رفع کرنے

سوال	جواب
	کے واسطے کرے تو جائز ہے
○ فقیر کے میدان کی رد کیا چیز ہے؟	○ اہل اور عیال۔
○ بزرگ بوجھ رکھتے ہیں تو وہ کیونکر رکھتے ہیں؟	○ وہ دل سے فارغ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے دل پر ان کا کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔
○ فقیر کے میدان کی مقبول چیز کیا ہے؟	○ جو امور معروف لوگوں کے مقبول ہیں۔
○ فقیر کی ذلت کس میں ہے؟	○ دنیا کے مطالب میں۔ جب دنیاوی امور میں پڑتا ہے تو ذلیل ہوتا ہے۔
○ فقیر کس طریقت پر ہوتا ہے؟	○ حقیقت کے ساتھ۔
○ حقیقت کہاں حاصل ہوتی ہے؟	○ معرفت میں۔
○ معرفت کیا ہے؟	○ اپنے وجود سے گزر جانا اور خدا سے ملنا۔
○ فقیر کا علم کیا ہے؟	○ مرشد کے کہنے پر عمل کرنا۔
○ فقیر کا دشمن کون ہے۔	○ ہر کش نفس۔
○ جب نفس کی نفسانیت دور ہو جاتی ہے۔ تو باقی کیا رہتا ہے؟	○ اس کے تمام وجود کی فنا اور خدا کی بقا۔
○ فقیر کی ڈھال کیا چیز ہے؟	○ رشید مرید۔
○ فقیر کا باپ کون ہے؟	○ جو کامل رہتا ہو۔
○ فقیر کا بھائی کون ہے؟	○ عامل کامل۔
○ فقیر کے حق میں کیا ہے؟	○ کسی سے نہ مانگنا۔

(باقی پھر)

سچّے بھگت کی پہچان

(از قلم۔ پنڈت ست پال جی بھاردواج)

سچّے بھگتوں کے من میں اہنکار بالکل نہیں ہوتا۔ اُن کو وِشواس ہوتا ہے کہ بھگوان جو کچھ کرتے ہیں۔ اُس میں ضرور ہماری بھلائی ہوتی ہے۔ اِس لئے سِدّھیاں اور رِدّھیاں پاکر بھی چمتکار دِکھلانے سے گُریز کرتے ہیں اور کسی سے ویر بھاو نہیں رکھتے۔ شریمد بھگوت گیتا کے بارھویں اَدھیائے میں بھگوان کرشن نے آپ فرمایا ہے۔ کہ اُن کو کِس پرکار کے بھگت اچھّے لگتے ہیں۔ اُن کی زبانی ہی سُن لیجیے۔

شلوک ۱۳-۱۴:۔ جو کسی بھی پرانی سے نفرت نہیں کرتا۔ سب کا مِتر ہے۔ سب پر دیا کرتا ہے۔ کسی سے موہ نہیں کرتا، کسی کا اپمان نہیں کرتا۔ دُکھ سُکھ میں ایک سا رہتا ہے۔ سب کو کشما کر دیتا ہے۔ ہمیشہ صبر سے کام لیتا ہے۔ یوگ کے ابھیاس میں لین رہتا ہے، مَن پر قابو پاچکا ہے۔ ایسا میرا بھگت مجھ کو ہمیشہ ہی پیارا ہے۔

شلوک ۱۵:۔۔۔ جو کسی پرانی کو دُکھ نہیں دیتا، اور جس کو کوئی پرانی دُکھ نہیں دیتا۔ خوشی، حسد، ڈر، جوش۔ اِن سب کا جو تیاگ کر چکا ہے۔ ایسا میرا بھگت مجھ کو ہمیشہ پیارا ہے۔

شلوک ۱۶:۔۔۔ جو کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ سب پرکار سے شُدھ ہے۔ اپنے کام میں چتر ہے۔ کسی کی رُو رعایت نہیں کرتا۔ سب دُکھوں سے چھٹکارا پاچکا ہے۔ اور سب پرکار کے کرموں کا تیاگ کر چکا ہے۔ ایسا میرا بھگت مجھ کو ہمیشہ پیارا ہے۔

شلوک ۱۷:۔۔۔ جو نہ کبھی حد سے زیادہ خوش ہوتا ہے اور نہ کبھی گھبراتا ہے، نہ کسی سے نفرت کرتا ہے، نہ کوئی کامنا رکھتا ہے، اور اچھے اور بُرے سب پرکار کے لگاؤ کا تیاگ کر چُکا ہے۔ نِندا اور اُستتی جس کے لئے ایک سے ہیں، جو مون برت کا ابھیاس کرتا رہتا ہے، اور جو کچھ مِل جائے اُسی میں خوش رہتا ہے اور جس کو گھر بار کی کوئی اِچّھا نہیں رہتی۔ ٹھہری ہوئی بُدھی والا ایسا بھگت مجھ کو ہمیشہ پیارا ہے۔

اِن شلوکوں میں بھگوان کرشن نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ اصل بھگت وہی ہے۔ جس نے اپنے من سے اہنکار کو تیاگ کر اپنا جیون بھگوان کے ارپن کیا ہوا ہے۔ ایسا بھگت بھگوان کے سوا اور کسی کا سہارا نہیں ڈھونڈتا۔ اور اُسی کی بھگتی میں مست رہتا ہے۔ وہ موکش

کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اور اپنے اِشٹ کو ہی سب کچھ سمجھتا ہُوا اُسی میں آٹھوں پہر لین رہتا ہے، اور ایک دن اُسی کا رُوپ ہو جاتا ہے۔ اِس قسم کی بھگتی کی مثال دیکھنی ہو، تو آپ برندا بن کی گوپیوں کے جیون پر نگاہ ڈالیں۔ جو سچّے دِل سے بھگوان کرشن کے بال رُوپ پر مست تھیں۔ بھاگوت پوران میں اِن کی تعریف اِن شبدوں میں کی گئی ہے۔

"جو گوپیاں گئوؤں کا دُودھ دوہتے، دھان کُوٹتے، دہی بلوتے، آنگن میں لیپ کرتے۔ بچّوں کو جھولا جھلاتے، روتے ہُوئے بالکوں کو لوری دیتے اور گھر میں جھاڑو لگاتے، پریم بھرے دِل اور آنسو بھری آنکھوں سے ہر وقت خوش ہو کر شری کرشن کے گُن گانے میں مست رہتی تھیں۔ بھگوان میں چِت کو لگانے والی وہ گوپیاں دھنیہ ہیں"۔

کہتے ہیں جب بھگوان کرشن جی برندا بن کو چھوڑ کر متھرا چلے گئے۔ تو انہوں نے گوپیوں کو اُپدیش دینے کے لیئے وہاں اُودھو بھگت کو بھیج دیا۔ مگر گوپیوں کا پریم دیکھ کر اُودھو بھگت بھگتی رس میں اِتنا ڈُوب گئے، کہ وہ کپڑے اُتار کر برندا بن کی مٹی میں لیٹنے لگے۔ تاکہ وہ مٹی جس پر اُن گوپیوں کے چرن پڑتے تھے۔ جو ہر وقت بھگوان کے پریم میں مست رہنے کے کارن اپنے آپ کو بھُول چکی تھیں۔ اُس کے اپنے شریر میں بھی جذب ہو سکے۔ رادھا تو آٹھوں پہر بھگوان کے دھیان میں مست رہتی تھی۔ اور کن کن میں اُسی کے درشن کرتی تھی۔

رادھا کے دِل میں بھگوان کرشن کے لیئے جو اتھاہ پریم تھا، اُس کی مثال اور کہیں نہیں مِل سکتی۔ وہ پریم کے لیئے جان پر کھیلنے کو تیار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کا نام بھگوان کرشن کے نام سے پہلے لیا جاتا ہے۔ جیسے رادھا کرشن یا رادھے گوبند وغیرہ ؂

پربھو سے پریم

از قلم مہاتما شہنشاہ جی مہاراج

سدا دِل جو اُس سے لگاتا رہے گا
تو وہ بھی تجھے دل سے چاہتا رہے گا

جو دُنیا میں دِل کو پھنساتا رہے گا
تو اُس کو بھی پھر وہ بُھلاتا رہے گا

جو تو من بھجن میں لگاتا رہے گا
تو وہ بھی تیرے گیت گاتا رہے گا

رہے گی نہ [illegible] کدورت جو دِل میں
تو تجھ کو وہ دل میں بساتا رہے گا

توڑے جو تو سب سے رشتے و ناطے
فقط اُس سے ہی تیرا ناطہ رہے گا

جیتے جی جگ سے کیا نہ کنارا
تو مر کے بھی تُو غوطے کھاتا رہے گا

بسائے شہنشاہ جو تو گھر میں اُس کو
تو وہ بھی تیرا گھر بساتا رہے گا

قسط ۴

مہابھارت کا شانتی پرب (مسلسل)

(سلسلہ کیلئے دیکھیں پرچہ ماہ مئی صفحہ ۶۲)

راج نیتی

بھیشم جی بولے ——— "بھرت شریشٹھ! یہ چار آشرم برہمنوں کے لئے ہی کہے گئے ہیں۔ اور دُوسرے تین ورن اِس کی پیروی نہیں کرتے۔ اُسی طرح جو برہمن، کھشتری، ویش یا شُودروں کے دھرموں کا سیون کرتا ہے۔ اُس مند بُدھی کی اِس لوک اور پرلوک میں نندا ہوتی ہے۔ اور مرنے پر وہ نرک میں جاتا ہے۔ جو برہمن چھ کرموں میں لگا رہتا ہے۔ چاروں آشرموں میں اُن کے سب دھرموں کا آچرن کرتا ہے۔ اور تپسوی اُداسین اور اُدار ہے۔ اُسے اکھنڈ لوک پراپت ہوتے ہیں۔ جو پُرش جس پرکار کا کرم کرتا ہے۔ اُس سے اُس میں ویسا ہی گُن آجاتا ہے۔ راجن! دھنش کی ڈوری کھینچنا، شترو کو دبانا، کھیتی بیوپار یا پشو پالن کرنا یا دھن کے لئے دُوسروں کی سیوا کرنا۔ یہ کرم برہمن کے لئے کرنے یوگیہ نہیں ہیں۔ وِدوان برہمن اگر گرہستی ہو، تو اُس کے لئے چھ کرم ہی سیون کرنے یوگیہ ہیں۔ اور کرتارتھ ہونے پر اُس کے لئے بن میں رہنا ہی اچھا مانا گیا ہے۔ برہمنوں کو راج سیوا، کھیتی کے دھن، بیوپار کی روزی، کُٹل پن، پر استری گمن اور بیاج۔ اِن سے سدا دُور رہنا چاہیئے۔ جو برہمن دُراچاری، دھرم ہین، بدمعاش، پر استری گامی، چُغلخور، ناچنے والا، راج سیوک یا کوئی اور وکرم کرنے والا ہوتا ہے، وہ بے حد نیچ ہے۔ اُسے شُودر ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور اُسے شُودروں کے ساتھ بٹھا کر بھوجن کرانا چاہیئے۔ ایسے برہمنوں کو دیو پُوجن وغیرہ کرموں سے دُور رکھنا چاہیئے۔ جو برہمن مریادا رہت اپوتر، کردر سبھاؤ والا، ہنسا میں اور اپنے دھرم کو تیاگ کر چلنے والا ہو، اُسے کبھی پرکار کا دان دینا ویرتھ ہی ہے۔ برہمن تو اُسی کو سمجھنا چاہیئے، جو جتیندریہ، سدآچاری، کرپالو، سہن شیل، اُداسین، سرل، کومل سبھاؤ اور کھشماوان ہو۔ اِس کے برخلاف جو پاپ پرائن ہے۔ اُسے برہمن نہیں سمجھنا چاہیئے۔

راجن! کھشتری کو تو چاہیئے کہ پہلے دھرم انوسار پرجا کا پالن کرے۔ راجسو یگیہ، اشومیدھ یگیہ اور دُوسرے یگیوں کا انوشٹھان کرے، یگیہ میں برہمنوں کو دان دے، شترو پر وجے پراپت کرے۔ پھر پرجا کی رکھشا کے لئے راج پر اپنے پتر کو بٹھائے، اور اگر وہ یوگیہ نہ ہو، تو دوسرے کسی کھشتری کمار

کو گود میں لے کر راج کا ادھیکاری بنا دے ۔ پتری یگیہ سے پتروں کو ترپت کرے ۔ دیوتاؤں اور رشیوں کا پوجن کرے ۔ جو کھشتری آخری عمر میں دوسرے آشرموں میں پرویش کرنا چاہے ، وہ بالترتیب انہیں پراپت کر کے موکش پراپت کر سکتا ہے ۔ گرہستھ دھرموں کا تیاگ کر دینے پر بھی کھشتری کو سنیاس دھرم کا پالن کرتے ہوئے جیون رکھشا کے لئے ہی بھکشا کا آشرا لینا چاہیئے ۔ اپنی سیوا کرانے کے لئے ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے ۔ برہمنوں کے سوا دوسرے تین ورنوں کے لئے چاروں آشرموں کے دھرموں کا پالن کرنا ضروری نہیں ہے ۔ کھشتری کے لئے تو راج دھرم کی پردھانتا ہے ۔ یوں بھی راجہ کا دھرم سب دھرموں میں پردھان ہے ۔ وہ سب ورنوں کا پالن کرتا ہے ۔ راج دھرموں میں سب طرح کے دانوں کا شمار ہو جاتا ہے ۔ اور دان کو ہی سب سے پردھان اور پراتن دھرم کہا جاتا ہے ۔ اگر راج ونڈ نہ رہے ، تو وید مریادا ٹوٹ جائے اور سب دھرموں کا نشٹ ہو جائے ۔ اس پرکار پراتن راج دھرم کو تیاگ دینے سے سبھی آشرموں کے دھرموں کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ ساری ودیائیں اور سب لوک راج دھرم کے ہی آدھین ہیں ۔ اس لئے کھشتری کے لئے تو راج دھرم ہی سب سے شریشٹھ ہے ۔

یدھشٹر ! یہ بات میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں ، کہ برہمنوں کے برہمچریہ ، بان پرستھ اور سنیاس ۔ ان تینوں آشرموں کے دھرموں کا گرہستھ کے دھرموں میں ہی انتربھاو ہو جاتا ہے ۔ اور کھشتری کا دھرم تینوں ورنوں کا آشرا ہے ۔ کیونکہ سب لوک اور پن کرموں کا آدھار راج دھرم ہے ۔ اس وشئے میں میں دھرم اور ارتھ کا نرنہ کرنے والا ایک اتہاس سناتا ہوں ۔ پراچین کال میں مان دھاتا نام کا ایک راجہ تھا ۔ اس نے بھگوان نارائن کے درشن کرنے کے لئے ایک یگیہ کیا ۔ اس نے بھگوان کے چرنوں میں سر رکھ کر درشنوں کے لئے پرارتھنا کی ۔ تب انہوں نے اندر کا روپ بنا کر مان دھاتا کو درشن دیا ۔ مان دھاتا نے وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے راجہ سبھاسدوں کے ساتھ اندر روپ دھاری بھگوان وشنو کا پوجن کیا ۔ پھر ان دونوں میں اس پرکار بات چیت ہوئی ۔

اندر نے کہا ——— راجن ! تم سبھی منشوں کے راجہ ہو ۔ اس لئے تمہارے من میں جو جو کامنائیں ہیں ۔ ان سبھی کو میں پوری کروں گا ۔ تم ستیہ وادی ، دھرم پرائن ، جتیندریہ اور شور ویر ہو ، تمہاری بھگتی اور درڑھ شردھا کے کارن دیوتاؤں کی تم پر بڑی پریتی ہے ۔ اس لئے تمہاری جو اچھیا ہو ، وہی ور دینے کو تیار ہوں ۔

مان دھاتا نے کہا ——— "بھگون ! میں آپ کو سر جھکاتا ہوں ، اور آپ کو پرسن کر کے بھگوان وشنو کے درشن کرنا چاہتا ہوں ۔ اب میری اچھیا سب پرکار کے بھوگوں کو تیاگ کر بن میں جانے کی ہے ۔ کیونکہ لوک میں سبھی ستیہ پرش انت [illegible] کا انوسرن کرتے ہیں ۔ میں نے کھشاتر دھرم کے پالن سے ملنے والے پنیہ لوکوں کو تو پراپت کر لیا ہے ۔ اور سنسار میں مجھے یش بھی پراپت ہے ۔ لیکن جو دھرم شری وشنو بھگوان

سے پرورت ہُوا ہے۔ اُس کا آچرن کرنا میں نہیں جانتا۔

اِندر نے کہا:- آدی دیو بھگوان وِشنو سے پہلے راج دھرم ہی پرورت ہُوا ہے۔ دُوسرے دھرم تو اُسی کے انگ ہیں، اور اُس کے بعد ہی پرگٹ ہُوئے ہیں۔ سب دھرموں کا انتربھاو کھشاتر دھرم میں ہی ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اِسی کو سب دھرموں سے سرشریشٹھ کہا جاتا ہے۔ بھگوان نے کھشاتر دھرم سے ہی شتروؤں کا سنگھار کر کے دیوتاؤں اور رِشیوں کی رکھشا کی تھی۔ اگر وہ اسروں کو نہ مارتے، تو برہمنوں کا ناش ہو جانے سے سب ورنوں کا ناش ہو جاتا، اور چاروں آشرموں کے دھرم بھی نشٹ ہو جاتے۔ اِس سناتن دھرم کا سینکڑوں بار ناش ہو چکا ہے۔ لیکن کھشاتر دھرم نے بار بار اُسے زندہ کیا ہے۔ ہر ایک یُگ میں اِسی کھشاتر دھرم سے سناتن دھرم کا کلیان ہُوا ہے۔ اِس لئے منشوں میں اِسی دھرم کو سب سے اُونچا مانا جاتا ہے۔ یُدھ میں شریر کی آہوتی دینا، سب پرانیوں میں دَیا کرنا، لوک بیوہار کا گیان حاصل کرنا، بھئے بھیت پرجا کی رکھشا کرنا اور دُکھی لوگوں کو دُکھ سے چھُڑانا۔ یہ سب باتیں راجاؤں کے کھشاتر دھرم میں ہی پائی جاتی ہیں۔ جو لوگ کام کرودھ میں پھنسے ہُوئے ہیں، اور مریادا میں نہیں رہنا چاہتے۔ وہ راجہ کے ڈر سے ہی پاپ نہیں کرتے۔ اور جو سب دھرموں کا پالن کرنے والے سدآچاری پُرش ہیں۔ وہ سدآچرن کرتے ہُوئے سنیہ دھرم کا اُپدیش کر سکتے ہیں۔ راجہ اپنی پرجا کا پُتروں کی طرح پالن کرتا ہے۔ اُس کے آشرا سے سب پرانی نربھے ہو کر جیون بسر کرتے ہیں۔ اِس پرکار سنسار میں کھشاتر دھرم ہی سب سے سرشریشٹھ، سناتن، نتیہ، اوناشی، اور سب جیوؤں کا اُپکار کرنے والا ہے۔ اور اُس کا پالن کرنے سے ہی کھشتری مُکت ہوتا ہے۔ راجن! تمہیں اپنے کھشاتر دھرم کا ہی اچھی طرح پالن کرنا چاہیئے۔ نہیں تو پرجا نشٹ ہو جائے گی۔ جو راجہ سب پرانیوں پر دَیا درشٹی رکھتا ہے۔ اُسے اُسی کو اپنا پرم دھرم سمجھنا چاہیئے۔ وہ کبھی بھی بھکشا کا آشرا نہ لے۔ راجیہ اور اشومیدھ یگیہ کر کے دان دے۔ پرجا کا پالن کرے۔ اور پرجا کی رکھشا کرتا ہُوا یُدھ میں شریر تیاگ کرے۔ بہت سے ڈھنگ نیم اور پرشارتھ سے چاروں ورنوں کو مریادا میں رکھے، اور اُن سب کی پُوری پُوری رکھشا کرے۔ کھشاتر دھرم میں سارے دھرم سمائے ہُوئے ہیں۔ یگیہ کرانا اور چاروں آشرموں کے دھرموں کا پالن کرنا یہ برہمنوں کا کرتویہ ہے۔ یہ برہمنوں کا پردھان دھرم یہی ہے۔ جو برہمن اِس کا پالن نہ کرے، اُسے شُودر کے سمان شستر سے مار ڈالنا چاہیئے۔ جو برہمن اُدھرم میں پرورت ہے۔ وہ عزت کرنے لائق نہیں ہے۔ اُس کا کسی کو وِشواس بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

ماندھاتا نے کہا:- "دیو راج! میرے راج میں جو یَون، کرات، گاندھار، چین، تبیر، بربر، اشک تُشار، کنک، مدر، پونڈر، پلند، رمٹھ اور کمبوج وغیرہ جاتیوں کے لوگ رہتے ہیں۔ اور جو برہمن، کھشتری، ویش اور شُودروں کی سنتان ہیں۔ اُنہیں اپنے دھرموں کا کس طرح پالن کرنا چاہیئے؟ اِن کے علاوہ جو لوگ لُوٹ مار کر کے اپنی روزی کماتے ہیں۔ اُن سب کے ساتھ میرا کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے

اِندر نے کہا:—— راجن! جو لوگ لُوٹ مار کرتے ہیں، اُن سے اپنے ماتا، پِتا، آچاریہ، گُورُو، آشرم واسی اور راجاؤں کی سیوا کرانی چاہیئے۔ ویدوں میں کہے گئے دھرم و کرم اور پِتری شرادھ کرانے چاہئیں۔ کنوئیں، باولی اور آشرم بنوانے چاہئیں، اور اُن سے کبھی کبھی برہمنوں کو دان دِلاتے رہنا چاہیئے۔ اہنسا، ستیہ، کرودھ، شوچ، ادروہ اور یگیہ وغیرہ کروا کر برہمنوں کو دکھشنا دِلانی چاہیئے، اور بڑے بڑے برہم بھوج کروانے چاہئیں۔ راجن! پرجاپتی برہما نے اسی پرکار سب منشوں کے کرتویہ پہلے ہی نِشچت کر دیئے ہیں۔ اُن کا اُنہیں ٹھیک ٹھیک پالن کرانا چاہیئے۔

ماندھاتا نے کہا—— دیوراج! منش سماج میں بڑے لوگ تو سبھی وَرن اور سبھی آشرموں میں پائے جاتے ہیں، وہ صرف جُدا جُدا بھیس بنائے چھپے رہتے ہیں۔

اِندر بولے—— راجن! جب دنڈ نیتی نشٹ ہو جاتی ہے۔ اور راج دھرم کا اَنادر ہونے لگتا ہے۔ تو سبھی پرانی کرتویہ وِمُوڑھ ہو جاتے ہیں۔ اِس ست یُگ کی سماپتی ہونے پر انیکوں بھیس دھاری سنیاسی پرکٹ ہو جائیں گے۔ اور سب آشرموں میں گڑبڑ ہو جائے گی۔ لوگوں میں کام اور کرودھ کا زور ہو گا۔ اِسلئے وہ پران اور دھرموں کی پرم گتی پر دھیان نہ دے کر اُلٹے راہ پر چلنے لگیں گے۔ جب اُدار دِل راجہ لوگ دنڈ نیتی سے پاپیوں کو پاپ کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔ تو پرم منگل مئے سناتن دھرم کی ہانی نہیں ہوتی۔ راجہ سبھی لوگوں کے لیئے سنمانیہ ہے۔ جو پُرش اُس کا اپمان کرتا ہے۔ اُس کے دان، یگیہ اور شرادھ کبھی سپھل نہیں ہوتے۔ راجہ منشوں کے اَدھی پتی، سناتن دیو سرُوپ اور دھرم کی رکھشا کرنے والا ہوتا ہے۔ جو پُرش اپنی بُدھی سے پرورتی دھرم کی گتی کا وِچار کرتا ہے۔ میں تو اُسی کو سنمانیہ اور پُوجیہ سمجھتا ہوں۔ اُسی میں کھشاتر دھرم بھی سنِھت ہوتا ہے۔

بھیشم جی کہتے ہیں:—— "یدھشٹر! ماندھاتا کو اس پرکار اُپدیش دے۔ اِندر رُوپ دھاری بھگوان وِشنو اپنے سناتن اور اوناشی دھام کو چلے گئے۔ اِس طرح پہلے بھگوان وشنو نے ہی راج دھرم کو چلایا تھا۔ اور اچھے اچھے ست پُرش اِس کا آچرن کرتے رہے ہیں۔ اِس لئے تم بھی اپنے باپ دادا کے اِس کھشاتر دھرم کا آچرن کرو"۔

راجہ یدھشٹر نے کہا—— "پتامہ! آپ نے منشوں کے چار آشرم بتلائے ہیں۔ سو اب آپ وستار سے اُن کا ورنن کیجئے"۔

بھیشم جی بولے:—— یدھشٹر! سد آچار میں پرورت ہو کر چاروں آشرموں کے دھرموں کا پالن کرنے والے لوگوں کو جن پھلوں کی پراپتی ہوتی ہے۔ وہ ہی راگ دویش چھوڑ کر دنڈ نیتی کے مُطابق برتاؤ کرنے والے راجہ کو بھی مِلتے ہیں۔ اگر راجہ سب پرانیوں پر سمان درشٹی رکھنے والا ہو، تو اُسے سنیاسیوں کی سی گتی مِلتی ہے۔ جو راجہ آتم تت کو جانتا ہے۔ اور جیسے دیا اور کٹھورتا کے ٹھیک

اِستعمال کا گیان ہے۔ اُسے ایک سچّے سدآچاری گرہستی کی سی گتی مِلتی ہے۔ اِسی پرکار جو راجہ شوُرخ والے پرشوں کو اُن کے منورتھ پُورے سنتُشٹ کرتا ہے۔ اُسے برہمچاریوں کی سی گتی مِلتی ہے۔ جو اپنے جاتی بھائیوں، سمبندھیوں اور مِتروں کے مصیبت میں کام آتا ہے۔ اُسے بان پرستھوں کی سی گتی مِلتی ہے۔ جو منش پردھان پُرشوں اور آشرم والوں کی عزّت کرتا ہے۔ ہر روز پِتری شرادھ، اَتتھی سیوا اور دیو پُوجن کرتا رہتا ہے۔ اور ستیہ پُرشوں کے سنکار کے لیئے شتروُ کو پچھاڑتا ہے۔ اُس راجہ کو بان پرستھوں کے لوکوں کی پراپتی ہوتی ہے۔ سب پرانیوں کا اور اپنے دیش کا پالن، ہر روز وید پڑھنا، کشما، آچاریہ پُوجن اور گورو سیوا۔ یہ برہم لوک کی پراپتی کے سادھن ہیں۔ یُدھ میں پرانوں کی بازی لگاکر جو راجہ فتح پاتا ہے یا بہادری سے ڈٹ کر لڑتا ہُوا مارا جاتا ہے، اُسے بھی برہم لوک کی پراپتی ہوتی ہے۔ جو راجہ سب پرانیوں سے سرل اور ایماندارانہ برتاؤ کرتا ہے۔ وہ بھی سنیاسیوں کا لوک ہی پراپت کرتا ہے۔ جو راجہ بان پرستھ اور وید دینا برہمنوں کو دان دیتا ہے۔ اُسے بان پرستھوں کو پراپت ہونے والے لوک مِلتے ہیں۔ جو بالکوں، بُوڑھوں اور سب پرانیوں پر دیا کرتا ہے اُس راجہ کو سبھی طرح کے پُن لوک پراپت ہوتے ہیں۔

اگر کوئی اتیاچار سے گھبرا کر اپنی شرن میں آوے۔ تو اُس کی رکھشا کرنے والے راجہ کو گرہستھ آشرم کے سدآچاری گرہستھوں کے لوک پراپت ہوتے ہیں۔ اِس طرح جو سب طرح چراچر پرانیوں کی رکھشا اور پُوجا کرتا ہے۔ اور جو پُوجنیہ اور آتم گیانی ستیہ پُرشوں کا پالن کرتا ہے۔ اُسے بھی گرہستھوں کو مِلنے والے پُنیہ لوک ہی مِلتے ہیں۔ جو پُرش بدھاتا کے رچے ہُوئے دھرم میں اچھّی طرح سے دڑھ ہیں۔ وہ سبھی آشرموں کے مِلنے والے پُنیہ پھلوں کو پا لیتے ہیں۔ منش کو سبھی آشرموں میں رہتے ہُوئے ستھان کل اور عُمر کا مان رکھنا چاہیئے۔ جو بہت دھن اور تحفوں سے پرانیوں کا سنکار کرتا ہے۔ اور سبھی اوستھاؤں میں دھرم پر ہی درشٹی رکھتا ہے۔ وہ راجہ سبھی آشرموں کا پھل پا لیتا ہے۔ جس راجہ کے راج میں محفوظ رہ کر دھارمک پُرش اپنے دھرم کا پالن کرتے ہیں۔ اُسے اُن کے پُنیہ کا انش پراپت ہوتا ہے۔ جو راجہ دھرماتما پُرشوں کی رکھشا نہیں کرتے۔ اُنہیں اُن پُرشوں کے پاپ کا بھاگی ہونا پڑے گا۔ جو لوگ دھارمک پُرشوں کی رکھشا کرنے میں راجہ کی سہائتا کرتے ہیں۔ اُنہیں دُوسرے کے دھرم کا انش مِلتا ہے۔ یُدھشٹر! یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہم لوگ جس آشرم میں رہ رہے ہیں۔ یہ گرہستھ آشرم دُوسرے سبھی آشرموں سے شریشٹھ ہے۔ جو پُرش دنڈ اور پُرش کو تیاگ کر سب پرانیوں کو اپنے ہی سمان سمجھتا ہے۔ وہ اِس لوک میں مرنے کے بعد پرلوک میں سُکھ پاتا ہے۔ جب جیو کے ہردے میں سنسار کے کسی بھوگ سے آسکتی نہیں رہتی تو وہ ستو (شُدھ بُدھی) میں ستھِت ہو جاتا ہے۔ اور اسی وقت اُسے پر برہم کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ راجن! تم ویدادھین میں لگے ہُوئے سدآچاری برہمنوں کی اور دُوسرے سب لوگوں کی رکھشا کا پربندھ کرو۔ دیکھو بن میں اور جنگل [illegible] آشرموں میں رہ کر لوگ جتنا دھرم کرتے ہیں۔ اُن کی رکھشا کرنے سے راجہ کو اُس سے سو گُنا پُن ہوتا ہے؛

ہر بات کا روشن پہلو دیکھو

از قلم شری کانشی رام جی چاولہ۔ لدھیانہ

زندگی سیدھی اور صاف سڑک نہیں ہے جس پر آپ سدا بالکل آرام اور جمعیت سے چلتے رہیں۔ زندگی میں بے شمار نشیب و فراز آتے ہیں۔ وہی انسان اطمینان سے اپنا وقت گزار سکتا ہے جو اس نشیب و فراز کو زندگی کا ایک لازمی جزو سمجھتا ہوا پورے سکون اور شانتی کے ساتھ شاہراہِ زندگی پر گامزن رہے۔ یا یہ سمجھے کہ جو کچھ بھی واقعات یا حالات زندگی میں پیش آتے ہیں، وہ ہماری بہتری اور بھلائی کے لئے آتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنا یہ عقیدہ بنا لیا ہے۔ زندگی کا لطف انہوں نے ہی اٹھایا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ مشکلات کے آنے پر گھبرا اٹھتے ہیں، وہ زندگی کے حقیقی لطف سے محروم رہتے ہیں۔

زندگی میں مشکلات کا آنا ایک لازمی امر ہے۔ تکالیف بھی ضروری طور پر آئیں گی۔ دکھ بھی آئے گا۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا گھبرانے یا چیخنے چلانے سے وہ مشکل حل ہو جائے گی یا وہ تکلیف رفع ہو جائے گی۔ یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر چھوٹے بڑے آدمی کو، امیر و غریب کو، جاہل اور دانا کو، زندگی کے اندر الجھنوں کا آنا لازمی ہے۔ لیکن اس موقعہ پر گھبرا جانے یا پریشان ہونے سے تو وہ الجھنیں مزید پیچیدہ بن جاتی ہیں۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے شانت چت رہ کر وچار کرنے کی، وچار سے ان تکالیف سے نجات پانے کے وسائل سوچنے کی گھبراہٹ میں تو انسان کی عقل کام ہی نہیں کر سکتی۔ اس لئے ہمیں سکون سے کام لینا ہوگا شانتی کو اپنانا ہوگا، دھیریہ کو ہاتھ سے نہ دینا ہوگا۔ کیونکہ دکھ وہاں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ جہاں سکون ہو، آرام ہو، آرام و چین اور سکون وہاں ہوتا ہے، جہاں یہ نہ کہا جائے کہ ایسا یوں ہو گیا یا ایسا کیوں نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ کہا جائے کہ جو ہوا، جیسا ہوا، جہاں ہوا، جب ہوا، اور جس طرح ہوا بس وہی ٹھیک ہے۔ اس کے متعلق ایک ایسا ہی عقیدہ رکھنے والے ایک بزرگ کا قصہ سنئے:۔

جس زمانے میں مغل بادشاہ شاہجہان ہندوستان پر حکومت کیا کرتا تھا، اس وقت ایک خدا پرست نیک طبع اور نیکوکار بزرگ تھے جن کا نام تھا محمد سعید۔ وہ مست رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی خواہشات پر قابو پا رکھا تھا۔ وہ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے اور نہایت امن و چین اور سکون کے ساتھ اپنے دن گذارتے تھے۔ اپنی اسی شانِ بے نیازی کے سبب وہ مشہور ہو گئے۔

جب شاہجہان کو ان کا پتہ چلا۔ تو وہ ان کی زیارت کے لئے گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو کئی نصیحتیں کیں

جن کا بادشاہ پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اس کے بعد شہنشاہ شاہجہان اکثر اِس بزرگ کے پاس جب بھی موقعہ ملتا، جایا کرتے تھے۔

اِس دوران میں شاہجہان کا بیٹا دارا شکوہ بھی اُس بزرگ کا بہت مُعتقد ہو گیا، اور وہ بھی وقتاً فوقتاً اُس بزرگ کی خدمت میں جا کر اِس کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا۔

اِس بزرگ نے ایک گانا بنایا ہُوا تھا، جسے وہ اکثر گاتا رہتا تھا۔ اِس گانے کا مطلب تھا کہ میں مُسلمان بھی ہوں، ہندو بھی، پارسی بھی ہوں اور یہودی بھی۔ کعبہ کا سنگِ اسود اور شوجی کی مورتی، ایک ہی شے ہے۔ اِس میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ میرے لئے دونوں یکساں ہیں۔

اورنگ زیب کو جب اُس کا پتہ لگا کہ وہ ایسی کُفر کی باتیں کرتا ہے، تو اُس نے اِس بزرگ کو پکڑ منگوایا۔ لیکن وہاں پہنچنے پر بھی اُس بزرگ نے اپنا گانا گایا۔

گانا سُن کر اورنگ زیب برافروختہ ہو گیا، اور حکم دیا کہ اُس کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ اورنگ زیب کا حکم سُن کر وہ بزرگ ناچنے لگا، اور خوشی میں چھلانگیں لگانے لگا۔ کہتا تھا "جلدی کرو۔ میرا یہ جسم جو میرے اور میرے یار (پربھو) کے درمیان میں پردہ ہے، اِس کو ہٹا دو، تاکہ میں اپنے یار سے ہم آغوش ہو سکوں۔ میں بادشاہ سلامت کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ وہ اِس درمیانی دیوار کو دُور کر رہے ہیں"۔

بس یہ ہے دُکھ کو دُور کرنے والی خوشی کا راز۔ دُکھ ماننے کی چیز ہے۔ اُس بزرگ کی بجائے اگر کوئی اور شخص ہوتا تو پھانسی کا حکم سُنتے ہی غش کھا کر پڑتا، یا زار و قطار رونے لگتا۔ لیکن محمد سعید ناچنے لگا۔ زندگی کے ہر ایک واقعہ کے اگر روشن پہلو کو لے لیا جائے، تو دُکھ کا احساس کسی بھی واقعہ سے نہیں ہو سکتا ——— ہر ایک بات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک روشن اور دوسرا تاریک۔ جو بشر تاریک پہلو کو مدِ نظر رکھے گا۔ وہ بہت دُکھی ہو گا۔ رنج و غم میں گُھل گُھل کر تڑپے گا۔ اور جو شخص اسی واقعہ کے روشن پہلو کو لے گا، وہ ہمیشہ خوش رہے گا۔ اُسے کوئی بھی تکلیف نہ ہو گی، اور نہ کوئی رنج و غم ستائے گا۔

انسان کی خوشی کے سُورج کو چمکانے کے لئے چھوٹی چھوٹی کرنوں کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ سدا چمکتی رہنی چاہئیں۔ اِن چھوٹی چھوٹی روزانہ زندگی کی مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

مثلاً اگر کسی چیز کے دے دینے یا چھوڑ دینے سے ناخوشی کو روکا جا سکتا ہے۔ تو اُسے بلا تامل چھوڑ دیجئے۔ اگر کوئی ایسا موقعہ آ گیا ہے کہ کسی مسئلہ پر اَڑنے سے عناد اور باہمی مغائرت بڑھتی ہے۔ کدورت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دائمی مخالفت کی بنیاد پڑتی ہے۔ تو اِس مسئلہ کو طرح دے جانا ہی مناسب ہے۔ اگر کسی نزدیک کے راستہ سے جانے سے ٹکر لگنے کا اندیشہ ہے، تو تدرسے پھیر ڈال کر لمبے راستے سے جانا ہی بہتر ہے۔ کسی نے نادانی سے درشت کلامی کی ہے، تو اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر فساد کی آگ کو بھڑکانے کی بنسبت تحمل اور بُردباری سے کام لینا ہی دانائی ہے۔ اور اسی میں بہتری ہے۔

یہ ہیں وہ چھوٹے چھوٹے بادل جو خوشی و مسرت کے سورج کو ڈھک لیتے ہیں۔ اسی قسم کی اور چھوٹی چھوٹی باتیں اس سورج کی چمک میں اڑچن پیدا کرتی ہیں، اور رکاوٹ ڈالتی ہیں۔ اس لئے جو انسان اپنی خوشی کو برقرار رکھنے کا آرزومند ہے، اُسے اِس طرح کے بادلوں نیز اس قسم کی رکاوٹوں کو اپنے تدبر اور دور اندیشی سے دور بھگا دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ خوشی کی شعاعوں پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔

قصہ مختصر، ہر ایک قدم پر ہر ایک امر کے بارے میں ہمیشہ اُس پہلو کو اختیار کرنا چاہیئے جس سے من کی کھلی ہوئی کلی مرجھانے نہ پائے۔ بلکہ وہ بدستور شگفتہ بنی رہ کر مہکتی رہے۔

یاد رہے۔ جب تک یہ زندگی ہے، تب تک واقعات تو ہوتے ہی رہیں گے، حالات بدلتے رہیں گے۔ یکساں نہیں رہیں گے۔ لہٰذا ان سے دکھ، تکلیف کا ہونا یا نہ ہونا اس بات پر منحصر ہے۔ کہ انسان ان حالات اور واقعات کو کس روشنی میں لیتا ہے۔ اگر وہ روشن پہلو کو لے گا۔ تو اُسے راحت و سکون حاصل ہو گا۔ اور اگر تاریک پہلو کو مدنظر رکھے گا۔ تو رنج و غم میں مبتلا رہے گا۔

اندریں حالات انسان کے اپنے بس کی بات ہے کہ زندگی کے واقعات سے اپنے آپ کو دکھی بنا لے یا مست رہ کر اپنی مسرتوں کو تباہ نہ کرے۔ (اوم شم)

ہِندو آدرش

از قلم دیوان دیس راج نندہ

मात्री वत परदारेषु पर द्रव्येष लोष्टवत ।
आत्मवत सर्व भूतेषु या पश्यति सः पण्डितः ॥

اَرتھ :۔ دُوسرے کی اِستری کو ماتا ہی کے سمان دیکھتا، دُوسرے کے دھن کو مِٹّی کے ڈھیلہ کے سمان (وِیرتھ) سمجھنا اور سرو جیوؤں کو اپنا آتما سمجھنا۔ جو اِس آدرش پر قائم رہتا ہے، وہی پنڈت (یعنی ہندو) کہلانے کا حق رکھتا ہے۔

ایک درشیہ :۔ شائستہ خاں کو اورنگ زیب نے شِواجی کو پراجے (فتح) کرنے کے لئے بھیجا۔ جنگل میں شِواجی کی چھاؤنی لگی ہوئی ہے۔ وہ مُسکراتے ہوئے اُس میں داخل ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں :۔

گورو دیو کی بڑی پر ایسی اپار کرپا ہے۔ دھرم کا تیج دیکھئے، کہ مُٹھی بھر سپاہیوں نے اورنگ زیب کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے اور نگ زیب لگاتار شکستوں کی وجہ سے بوکھلا اُٹھا ہے۔ وہ دراصل راج دھرم کو جانتا ہی نہیں۔ راجہ کے لکشن ایسے ہونے چاہئیں :۔

وِنے شیل، بل بیر، دھیر ہو ستیہ پچاری۔
دھرم پرائن، پنڈت دانی، پر اُپکاری
پرجا پُتر سم جانے۔ ماتا سم پر ناری
سدا اسنگ کرتگیہ پُتر جو وہ راج ادھیکاری

لیکن اورنگ زیب تو اپنے ہی رِشتہ داروں کو قتل کرنے والا۔ نِرد ئی اور مکر و فریب کا پُتلا، وشواس گھات کرنے والا، اور پرجا پر ظلم ڈھانے والا ہے۔ اب کی بار اُس نے ٹِڈّی دَل فوج دے کر شائستہ خان کو بھیجا تھا۔ اُس کی فوج کیا تھی۔ ایک چلتا پھرتا ناچ گھر۔ شراب گھر اور رنڈی خانہ تھا۔ بھلا دھرم اور آچار وِہین فوج کیا لڑے گی، اور وِشے وِکاروں میں لپٹے یودھا کیا بہادری دِکھائیں گے۔ میرے ویر یودھاؤں اُس کی چھاؤنی میں گھُس کر وہ ویرتا دِکھلائی۔ کہ دُشمن کی فوج کو بھاگتا ہی بنا۔ وہ ڈٹ کر مقابلہ ہی نہ کر سکے۔

دُوسرا سین

گیروا دھوج لہرانے لگا۔ ہندوستان کا پرویش۔

سردار۔ جے دھرم کی

شواجی۔ آیئے کیا سماچار ہے۔ شائستہ خان کا کیا بنا ؟

سردار۔ کیا ہونا تھا مہاراج ! آپ کی تلوار نے اُس کی چار انگلیاں تو کاٹ ہی دی تھیں۔ وہ گھائل ہوکر بھاگا تھا۔ نہیں جان چھپا رہا ہوگا۔

شواجی۔ جانے دو۔ ہماری کوئی اُس سے ذاتی دشمنی نہیں ہے۔

(ایک مرہٹہ یودھا کا پرویش۔ اس کے ساتھ ایک مسلم خوبصورت نوجوان لڑکی قید میں)

شواجی۔ تم کیا سماچار لائے ہو ؟

مرہٹہ ہیرو۔ مہاراج آپ کے بھُج بل سے بھونچال (بھونچال) ہو اٹھا ہے۔ دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی ہے۔ اُن کی عورتیں، بیگمیں اور شہزادیاں آسرا ہین ہوکر اِدھر اُدھر بھاگ نکلی ہیں۔ ہمارے سپاہیوں نے اُن پر کسی طرح کا ہاتھ نہیں اٹھایا، اور نہ اُن کی عزت خراب کی ہے۔ بلکہ اُن کی ہر پرکار سے حفاظت کی ہے۔

شواجی۔ شاباش ! ناری جات پر وار نہ کرنا اور پرائی عورت کو ماتا کے سمان ہی دیکھنا ہمارے ہندوؤں کا آدرش ہے۔ ہمیں اس آدرش پر ہمیشہ قائم رہنا چاہیئے۔ یہی سب سے بڑا دھرم ہے کہ غیر عورت کو ماتا اور بہن ہی سمجھا جاوے۔ ناری کے اناد کے برابر اور کوئی مہان پاپ نہیں ہے۔ جو راجہ عورتوں کی عزت نہیں کرتا، اور ان کی حفاظت نہیں کرتا، وہ جلد ہی نشٹ ہو جاتا ہے۔

مرہٹہ سپاہی۔ پرنتو ناتھ۔ ایک راجکماری ایلا، چندر مکھی، لجاوش کہیں بھاگ نہیں سکی۔ اُسے میں آپ کی شرن میں لایا ہوں۔ اِسے سویکار کریں۔

شواجی۔ ناری تو سدا ہی آدر ستکار کی پاتر ہے۔ میرے لئے یہ ساکشات درگا بھوانی ہے۔ خواہ یہ میرے دشمن کی بیٹی ہے۔ لیکن اس کو فوراً رہا کر دو۔

مسلم لڑکی۔ مخاطب ہوکر:۔ اے دیوی ! میرے اِس سپاہی کا اپرادھ چھما کرو۔ اِس کی بھول کے لئے مجھے معافی دو۔ (یہ کہہ کر گلے سے موتیوں کی مالا اُتار کر مسلم ناری کو پیش کرتا ہے)

مسلم خاتون۔ اے راجہ ! آفرین ہے آپ کو۔ آفرین ہے آپ کے ایمان اور دھرم کو، اب میں ایسی فیاضی ایسا بے عیب چلن۔ (اخلاق)

شواجی۔ دیوی ! میرے دھرم کا مجھے یہی آدیش ہے کہ ہر ناری کا آدر کرو۔ اُس کے دھرم اور عصمت کی رکھشا کے لئے اپنا جیون بھی بلی دان کر دو۔ اِس لئے تمہارا آدر کرنا میرا کرتویہ ہے۔ دیوی ! تو میری طرف سے آزاد ہے۔ جہاں جانا چاہے۔ جا سکتی ہے۔ میرے سپاہی تمہیں عزت کے ساتھ تمہارے باپ کے پاس پہنچا دیں گے ؛

JUNE 1978

Regd. No. of the Newspaper R.N.660/57

Vol.46 Monthly 'OM' Delhi

P.O. Regd.No.D(D)-68